سانحہ بنو قریظہ

پیغمبر اسلام کا 800 قیدیوں کے گلے ذبح کر ڈالنا
بشمول 12 سالہ بچوں کے

قیدیوں کا ذبح آج ہی جنگی جرم نہیں،
بلکہ زمانہ جاہلیت کے عرب تک اسے قبیح ترین فعل تصور کرتے تھے

پیشکش: پاکستانی فری تھنکرز فیس بک گروپ
کاپی رائیٹ فری مٹیریل



یہ وہ بچے ہیں جنہیں پشاور سکول میں 'طالبان' نے یہ کہہ کر قتل کر ڈالا کہ سنت رسول کے مطابق دشمن کے 12 سال کی عمر کے بچے کا قتل 'اسلامی شریعت' میں حلال ہے اور سنتِ نبوی ہے (دیکھئے طالبان کا پیغام)۔ 12 سال کے بچوں کو ذبح کرنے کی سنتِ نبوی قائم ہوئی تھی سانحہ بنو قریظہ کے موقع پر جہاں محمد صاحب نے بنو قریظہ کے تمام مردوں (بشمول بوڑھوں) کے ساتھ ساتھ 12 سالہ بچوں کو بھی ذبح کروا دیا تھا۔

ایک چیز ہے مسئلہ۔ اور دوسری چیز ہے "ام المسائل" (مسئلوں کی ماں)۔ ام المسائل وہ کہ جس کے بطن سے یہ سارے مسئلے پھوٹ رہے ہیں۔ طالبان کو تو مسلمان بُرا بھلا کہہ لیتے ہیں، مگر ام المسائل سے سب آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

آپ طالبان کو تو شاید مار کر ختم کر سکتے ہیں، مگر جب تک ام المسائل پر براہ راست تنقید کر کے اس کی اصلاح نہیں کریں گے، اس وقت تک یہ ماں مسلسل اپنے انڈے اور اپنے بچے دیتی رہے گی۔ یہ بچے کبھی طالبان کی صورت ہوں گے، تو کبھی القاعدہ، تو کبھی داعش، تو کبھی الشباب کی۔

بنو قریظہ کے قتل عام کا پس منظر

•پہلے پیغمبرِ اسلام یہودیوں کو پیغام بھیجتے ہیں کہ وہ ہتھیار رکھ کر '**قیدی**' بن جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ظلم کی انتہا یہ ہوئی کہ 'قیدی' بنا لینے کے بعد تمام کے تمام 900 مردوں (بشمول بوڑھوں اور 12 سالہ بچوں) کو پیغمبرِ اسلام نے ذبح کر کے خندقوں میں دبا ڈالا۔

•میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے کسی کو قتل کرنا تو پھر سمجھ آتا ہے، مگر '**قیدی**' بنا لینے کے بعد ذبح کر ڈالنا کسی صورت انسانیت نہیں۔ یہ وہ مکروہ فعل ہے جو کہ طالبان ہمارے پاکستانی فوجیوں کے ساتھ کر رہی ہوتی ہے۔ طالبان نے کئی فوجی جوانوں کو قیدی بنا لینے کے بعد انکو ذبح کیا۔

•قیدی کا قتل ایسی انسانیت سوز حرکت تھی کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کو خود اسکا احساس ہوا اور انہوں نے قیدی کے قتل کو مکروہ (تحریمی) قرار دینا شروع کر دیا (دیکھئے کتاب الخراج از امام ابو یوسف، اردو ترجمہ، صفحہ 533)۔ مگر افسوس جب خود پیغمبرِ اسلام خود اس کام میں ملوث پائے جائیں تو مسلمان اسکا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔

•ان 900 قیدیوں میں صرف لڑنے والے جوان مرد یہودی ہی نہیں تھے، بلکہ پیغمبرِ اسلام نے تمام عمر رسیدہ بوڑھے انسانوں کو بھی ذبح کروا دیا جو کہ میدان جنگ میں جانے کے قابل بھی نہ تھے۔ اس سے زیادہ ظلم یہ کہ پیغمبرِ اسلام نے حکم دے کر ایسے 12 سالہ بچوں کو بھی ذبح کروا دیا کہ جن کے زیر ناف بال نکل آئے تھے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر (لنک):

عن سمرۃ بن جندب اِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتلوا شیوخ المشرکین واستحیوا شرخہم والشرخ الغلمان الذین لم ینبتوا قال اِبو عیسی ہذا حدیث حسن صحیح غریب ورواہ الحجاج بن اِرطاۃ عن قتادۃ نحوہ

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"
اس روایت کے عربی لفظ "شرخ" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔
یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

•یہودی عورتوں اور لڑکیوں اور بچیوں کا دور دور تک اس جنگ میں کوئی کردار نہیں تھا۔ مگر تمام کی تمام عورتوں اور بچیوں کو پکڑ کر زبردستی کنیز باندیاں بنا لیا گیا، مسلمان فوجیوں نے انکی عزتیں لوٹنے شروع کر دی گئیں، ان سے 'سیکس بالجبر' شروع کر دیا گیا۔

مزید ظلم بالائے ظلم، ان خدا کے ماننے والی اہل کتاب یہودی قیدی عورتوں اور بچیوں کے ایک حصے کو نجد کے علاقے میں خدا کے منکر کفار کے بازاروں میں بیچ ڈالا گیا، اور پھر اس رقم سے ہتھیار اور گھوڑے خریدے گئے۔

کیا یہ ہی وہ چیز تھی جس کے لیے اس سے پہلے یہودیوں سے محبت کی پینگیں بڑھائی جاتی تھیں کہ آؤ ہم اس پر اتحاد کر لیں جو چیز ہم میں مشترک ہے، یعنی اللہ۔۔۔ مگر بعد میں پھر انہیں اللہ کی نام لیوا عورتوں کو کافر مردوں کے ہاتھ بیچ دیا جاتا ہے تاکہ وہ انکا ریپ کریں؟

•ان کی تمام جاگیریں، مال و زیور و دولت پیغمبرِ اسلام کے حکم پر مسلمانوں نے لوٹ لیں۔

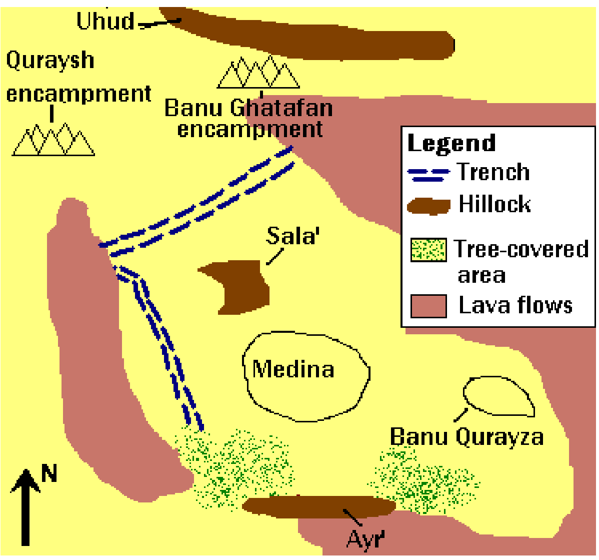
•12 سال سے چھوٹے تمام بچوں کو غلام بنا کر پوری زندگی انہیں غلامی کی چکی میں پیسا گیا۔ یہی نہیں، بلکہ اسلام میں "پیدائشی غلامی" کی لعنت کی وجہ سے ان کی آنے والی نسلیں تک غلامی کی چکی میں پستی رہیں۔

لیکن نہیں، ابھی بھی انصاف نہیں ہوا۔ آپ کو مزید حقائق پڑھ کر مزید حیرت ہو گی کہ:

•بنو قریظہ کی طرف سے مسلمانوں پر کھل کر سرے سے کوئی حملہ ہی نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی جنگ ہوئی۔ پورے محاصرے کے دوران بنو قریظہ کی طرف سے ایک بھی مسلمان قتل ہوا، اور نہ ہی زخمی ہوا۔ بلکہ پورے عرصے میں بنو قریظہ نے اپنے طرف کے باغات سے کفارِ مکہ کی فوج کو داخل بھی نہ ہونے دیا۔

•بنو قریظہ پر واحد الزام یہ تھا کہ ان کے سردار کی کفارِ مکہ کے ساتھ خط و کتابت ہوئی تھی۔ مگر پھر وہ اس تذبذب سے بھی نکل آئے اور عملی طور پر آخر تک انہوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور کفار سے ناراضگی و دشمنی مول لی تھی۔ کفارِ مکہ کا سردار ابو سفیان یہ کہتے ہوئے واپس مکہ گیا کہ بنو قریظہ نے کفارِ مکہ کا ساتھ نہ دیا۔ مگر اس چھوٹی سی غلطی پر بھی (یعنی سردار کے خط و کتابت پر) پیغمبر اسلام نے تمام 900 مردوں کو ذبح کروا ڈالا۔

•اگر بنی قریظہ کو واقعی مسلمانوں کو ختم کرنا ہوتا تو پھر یہ کوئی مشکل کام نہ تھا۔ انہیں صرف کفارِ مکہ کو اپنی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی اجازت دینی کی ضرورت تھی۔
خود سوچئے، اگر واقعی بنو قریظہ کو مسلمانوں کو ختم کرنا ہوتا، تو یہ تو ان کے لیے بہت ہی آسان بات ہوتی اور انکے 900 مرد بھی اگر حملے میں کفار کے لشکر کے ساتھ شامل ہو جاتے تو مسلمانوں کے بچنے کا کوئی موقع ہی نہ بچتا۔



اسکے برعکس یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بنی قریظہ نے کفارِ مکہ کو حملہ کرنے کی اجازت نہ دی، اور اس دوران میں مسلمان بنی قریظہ کے علاقے سے آتے جاتے رہے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچایا گیا۔
یہ جنگ خندق کا نقشہ ہے، جہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ خندق صرف شمال مغرب میں کھودی گئی تھی، جبکہ بنو قریظہ کے علاقے (جنوب مشرق) میں کوئی خندق نہیں تھی، بلکہ صرف کچھ باغات تھے۔ (نیلے رنگ کی لکیر خندق ہے، جبکہ ہرے رنگ میں باغات ہیں، گلابی اور براؤن رنگ میں پہاڑیاں ہیں)۔

•مگر مسلمانوں نے اس عملی طور پر انکا ساتھ دینے پر بنو قریظہ کو کوئی اجر نہیں دیا۔ بلکہ فقط سردار کے خط و کتابت کے جرم کے نام پر قبیلے کے 900 مردوں (بوڑھوں اور بالغ بچوں سمیت) ذبح کر ڈالے گئے اور تمام بچوں کو غلام بنالیا گیا اور عورتوں اور بچیوں کو سیکس بالجبر سروس کے لیے کنیز باندیاں بنالیا۔

حصہ اول: تفصیلی تاریخی واقعات

• مسلمانوں نے مدینہ میں مال غنیمت کے حصول کے لیے لٹیروں والی زندگی اپنالی۔ تمام مسلم مؤرخین نے لکھا ہے خندق کی جنگ بھی اسی لیے پیش آئی کیونکہ مسلمانوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔

• صرف قریش ہی نہیں، بلکہ مسلمانوں نے آس پاس کے دیگر پرامن قبیلوں کی لوٹ مار کرنے کے لیے ان پر بھی قاتلانہ حملے شروع کر دیے۔ اسکی سب سے بڑی مثال بنوالمصطلق کے یہودی ہیں جو کہ خزاعہ کا حصہ تھے اور خزاعہ مسلمانوں کا طرفدار تھا۔ فقط مال غنیمت کے حصول کے لیے مسلمان اپنے پچھلے قواعد و اصول کو چھوڑ کر نیا اصول بنا لیتے ہیں، اور وہ یہ کہ غفلت میں ان قبیلیوں پر حملہ کر کے انہیں تہہ تیغ کر دو اور انکے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالو (اس سے قبل مسلمان قبائل کو تہہ تیغ کرنے سے قبل 3 دن کا وقت دیتے تھے کہ وہ اسلام قبول کر لیں)۔

صحیح بخاری، کتاب العتق (لنک) اور صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> ابن عون کہتے ہیں کہ انہوں نے نافع کو لکھا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ کفار پر حملہ کرنے سے قبل انہیں اسلام کی دعوت دی جائے؟ اس پر نافع نے جواب دیا کہ یہ چیز اوائل اسلام میں تھی، مگر بعد میں رسول نے بنوالمصطلق پر بالکل غفلت کی حالت میں حملہ کر دیا (یعنی کوئی دعوت نہیں دی) اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا، عورتوں بچوں کو قید کر لیا گیا۔ انہیں قیدیوں میں جویریہ (ام المومنین) بھی باندی بن کر آئیں۔ (نافع نے لکھا تھا کہ) یہ حدیث مجھ سے صحابی عبداللہ بن عمر نے بیان کی تھی، وہ خود بھی اسلامی فوج کے ہمراہ تھے۔

• پچھلے اصول اسلام کی دعوت اور 3 دن کا وقت ختم کرتے ہوئے ایک نیا اصول متعارف کروا دیا کہ یہ غفلت کی حالت میں دیگر قبائل پر 'شب خون' اس لئے حلال ہیں کیونکہ ان قبیلوں کی تمام تر چراگاہیں اللہ اور اسکے رسول کی ملکیت ہیں:

صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالأَبْوَاءِ ـ أَوْ بِوَدَّانَ ـ وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُونَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ ‏"‏ هُمْ مِنْهُمْ ‏"‏‏.‏ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ ‏"‏ لاَ حِمَى إِلاَّ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ
>
> ترجمہ:
>
> صعب بن جثامہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابواء یا ودّان کے مقام پر میرے پاس سے گزر ہوا تو آپ سے ان مشرکوں کے بچوں اور عورتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جو رات کو اپنے گھروں میں سوئے ہوتے ہیں اور (بوقتِ شب خون) قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تو ان ہی میں سے ہیں۔ نیز آپ کو یہ بھی فرماتے سنا گیا کہ چراگاہیں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہیں۔

• بنو قریظہ مدینے میں رہتے تھے اور وہ خامخواہ میں ہی چکی کے 2 پاٹوں کے درمیان آ گئے۔ پہلے قریش نے مدینے کے یہودیوں کو خط لکھ کر انہیں ڈرایا دھمکایا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام کو پناہ دینے کی غلطی کی ہے، اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں شہر سے نہیں نکالتے تو قریش مدینے کے ان یہودیوں کا قتل عام کریں گے۔

اور جب پیغمبر اسلام کو اس خط کا پتا چلا تو وہ اپنی مسلمانوں کی فوج لے کر بنو قریظہ کے پاس پہنچ گئے اور تجدید معاہدہ کا مطالبہ کر ڈالا۔

سنن ابو داؤد، (لنک):

> فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُودِ: إِنَّكُمْ أَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُونِ، وَإِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا، أَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا، وَلَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ نِسَائِكُمْ شَيْءٌ، وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ، ۔۔۔

ترجمہ:

کعب بن مالک ایک صحابیِ رسول سے روایت کرتے ہیں:۔۔۔ کفارِ قریش نے جنگ بدر کے بعد مدینے کے یہودیوں کو خط لکھا: "تم لوگوں کے پاس اسلحہ جنگ اور قلعے ہیں۔ تم ہمارے حریف (محمد صاحب) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ یہ کریں گے اور یہ کہ کوئی چیز ہم کو تمہاری عورتوں کے کڑوں تک پہنچنے سے روک نہ سکے گی کہ انہیں باندیاں بنائیں (یعنی کفارِ قریش نے یہودیوں کو ڈرایا دھمکایا)۔۔۔ اگلے دن جناب محمد صاحب (فوج سمیت) بنی قریظہ کی طرف چلے گئے اور بنو نضیر کو یوں ہی چھوڑ دیا اور بنو قریظہ کو پیغام دیا کہ وہ تجدید معاہدہ کر لیں۔ بنو قریظہ نے (بغیر کسی عذر کے) یہ تجدید معاہدہ کر لیا۔

سنن ابو داؤد کی یہ روایت 'صحیح' ہے۔

- چنانچہ بنو قریظہ خود تو امن پسند تھے، مگر وہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آ چکے تھے۔ اپنی بقا کو بچانے کے لیے انکا تذبذب میں مبتلا ہونا یقینی تھا کہ وہ کس کا ساتھ دیں اور کس کا نہیں۔
- بہر حال، سب متفق ہیں کہ بنو قریظہ نے شروع سے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ واقدی کے مطابق انہوں نے خندق کھودنے کے لیے مسلمانوں کو اوزار مہیا کیے (حوالہ: Stillman, The Jews of Arab Lands: A History and Source Book, pp. 14-16.)
- مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھودی، مگر جنوب میں جہاں بنو قریظہ کی زمین اور باغات تھا، وہاں خندق نہیں کھودی گئی۔

بنو قریظہ کا واحد جرم: فقط اتنا کہ محاصرے کے دوران قریش سے بات چیت کی مگر عملی طور پر قریش کا کوئی ساتھ نہ دیا

- مسلمانوں کی اپنی 'صحیح' تاریخی کتب گواہ ہیں کہ بنو قریظہ کا جرم فقط اتنا تھا کہ محاصرے کے دوران قریش سے انکی بات چیت ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے آخر میں قریش کی بات نہ مانی اور مسلمانوں سے کوئی غداری نہیں کی۔

مسند الإمام إحمد بن حنبل کی 'صحیح' روایت (لنک):

فقال یا حذیفة فاذہب فادخل فی القوم فانظر مایفعلون ولا تحدثن شیئا حتی تأتینا قال فذہبت فدخلت فی القوم والریح وجنود اللہ تفعل ما تفعل لا تقر لہم قدر ولا نار ولا بناء فقام إبو سفیان بن حرب فقال یا معشر قریش لینظر امرؤ من جلیسہ فقال حذیفة فأخذت بید الرجل الذی إلی جنبی فقلت من إنت قال إنا فلان بن فلان ثم قال إبو سفیان یا معشر قریش إنکم واللہ ما إصبحتم بدار مقام لقد ہلک الکراع وإخلفتنا بنو قریظة بلغنا منہم الذی نکرہ ولقینا من ہذہ الریح ماترون واللہ ما تطمئن لنا قدر ولا تقوم لنا نار ولا یستمسک لنا بناء فارتحلوا فإنی مرتحل ثم قام إلی جملہ وہو معقول فجلس علیہ ثم ضربہ فوثب علی ثلاث فما إطلق عقالہ إلا وہو قائم ولولا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحدث شیئا حتی تأتینی ثم شئت لقتلتہ بسہم۔۔۔

تعلیق شعیب الأرنؤوط: حدیث صحیح وہذا إسناد حسن لولا إرسالہ

ترجمہ:

۔۔۔ صحابی حذیفہ الیمانی کہتے ہیں:۔۔۔ رسول خدا نے مجھے سے کہا کہ اے حذیفہ جا اور دشمن لوگوں میں گھس کر بیٹھ جا اور دیکھ کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں۔۔۔ پھر کفار کا سردار ابو سفیان بن حرب نے کہا: اے قریش کے لوگو! تمہارا موجودہ مسکن ایسی جگہ نہیں ہے جہاں زیادہ دیر ٹھہرا جائے، تمہارے گھوڑے مر چکے ہیں **اور بنی قریظہ نے ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے اور ہمیں انکی طرف سے وہ پیغام ملا ہے جو ہمیں پسند نہیں (یعنی بنی قریظہ نے انہیں انکی فوجیں اپنے علاقے سے گذارنے کی اجازت نہیں دی)**، اور یہ ہوا ہمیں سخت وقت دے رہی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ ہمارے دیگچے چولہوں پر الٹ جاتے ہیں اور آگ بجھ جاتی ہے اور خیمے کی طنابیں اکھڑ جاتی ہیں۔ تو واپس چلو کہ میں بھی واپس جا رہا

ہوں۔۔۔
امام الارنوَوط نے اس روایت پر 'صحیح' کا حکم لگایا ہے۔

ابن کثیر الدمشقی نے بھی تفسیر ابن کثیر (لنک) میں ہی لکھا ہے کہ بنو قریظہ نے قریش کا ساتھ نہ دیا (تفسیر آیت 33:9):

۔۔۔ابوسفیان نے کہا اللہ گواہ ہے ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ **بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی** پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے ہم کھانا نہیں پکا سکتے آگ تک نہیں جلا سکتے خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں اور میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں۔۔۔

• مسلمان آزادانہ طور پر محاصرے کے دوران بنو قریظہ کے علاقوں سے گذرتے رہے اور کسی نہ نہ تو انہیں روکا اور نہ ہی انہیں قتل کیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگ نہیں کی اور نہ ہی کوئی 'عملی' بدعہدی کی۔

صحیح مسلم، کتاب السلام (لنک):

جنگ خندق کے دوران ایک دوپہر کو ایک جوان مسلمان نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر جا سکے کیونکہ اسکی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ رسول اللہ نے اسے اجازت دے دی مگر ساتھ میں ہدایت کی کہ وہ اپنے ہتھیار ساتھ لے کر جائے کیونکہ انہیں بنی قریظہ سے خدشہ ہے۔ وہ جوان مسلمان ہتھیار سجا کر روانہ ہوا اور بخیر و عافیت گھر پہنچا تو اسکی بیوی دروازے پر کھڑی اسکا انتظار کر رہی تھی (یعنی بنو قریظہ نے اسے بالکل تنگ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی دشمنی دکھائی)۔

اسی طرح زبیر اور دوسرے صحابہ بھی بنو قریظہ کے علاقے میں کئی بار گئے اور کسی نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ (لنک):

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جنگ احزاب کے موقع پر مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کو عورتوں میں چھوڑ دیا گیا تھا (کیونکہ یہ دونوں حضرات بچے تھے) میں نے اچانک دیکھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (آپ کے والد) اپنے گھوڑے پر سوار بنی قریظہ (یہودیوں کے ایک قبیلہ کی) طرف آ جا رہے ہیں، **دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا**، پھر جب میں وہاں سے واپس آیا تو میں نے عرض کیا، ابا جان! میں نے آپ کو کئی مرتبہ آتے جاتے دیکھا۔ انہوں نے کہا: بیٹے! کیا واقعی تم نے بھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو بنو قریظہ کی طرف جا کر ان کی اطلاع میرے پاس لا سکے۔ اس پر میں وہاں گیا اور جب میں (صحیح سلامت) واپس آ گیا تو آنحضرت نے اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا کہ "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

• بذاتِ خود پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کا طرز عمل گواہ ہے کہ بنو قریظہ نے مسلمانوں سے دور دور تک کوئی اعلانیہ جنگ نہیں کی تھی اور نہ ہی مسلمانوں کو عملی طور پر کوئی نقصان پہنچایا تھا۔ اسی لیے جب کفار قریش واپس چلے گئے تو پیغمبر اسلام اور سب مسلمان بنی قریظہ پر حملہ کرنے کی بجائے آرام سے بے فکر و بے خطر ہو کر اپنے گھروں میں جا کر ہتھیار رکھ رہے تھے اور پھر غسل کر رہے تھے۔ اگر واقعی بنو قریظہ نے عملی طور پر مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچایا ہوتا تو ناممکن ہے کہ بنو قریظہ کفار مکہ کو مایوس کر کے واپس جانے دیتے (کیونکہ انہیں علم ہوتا کہ مسلمان ان پر چڑھ دوڑیں گے)، یا پھر مسلمان بغیر بنو قریظہ کے خطرے کو دور کیے آرام سے ہتھیار رکھ کر غسل کر رہے ہوتے۔

بنو قریظہ کو سمجھیے: ان کی قریش کے ساتھ خط و کتابت کیوں ہوئی؟

ہمیں بنو قریظہ کو سمجھنا چاہیے کہ وہ چکی کے 2 پاٹوں کے درمیان میں آ گئے تھے۔ ایک طرف قریش انہیں خط لکھ کر دھمکیاں دے رہے تھے کہ انہوں نے محمد صاحب کو پناہ دی ہے، اور اگر وہ مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکال باہر نہیں کریں گے تو قریش انہیں تہہ تیغ کر دیں گے اور انکی عورتوں کو غلام بنا لیں گے۔

قریش کا خوف اتنا تھا کہ بنو قریظہ تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبر اسلام کے بہت سے صحابہ کے دل لرز رہے تھے اور انہیں قریش کے ہاتھوں اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتا ہے (لنک):

> ابن جریر نے کہا: رسول اللہ کے ساتھ موجود کچھ صحابہ کے دلوں میں شک آ گیا اور انہوں نے سوچا کہ جنگ کا نتیجہ مومنین کے خلاف آنے والا ہے اور اللہ ایسا ہونے دے گا۔

خود سوچئے، جب صحابہ کے دل اس خطرناک صورتحال کو دیکھ کر پھر رہے ہوں، تو پھر ایسے میں اگر بنو قریظہ نے قریش بھی چند ساعتوں کے لیے تذبذب میں مبتلا ہو گئے، تو پھر کیا واقعی یہ ایسا جرم ہو گیا جس کی پاداش میں انہیں یوں بے دردی سے قتل کر دیا جائے؟

اور ابن کثیر (لنک) لکھتا ہے کہ:

> رسول اللہ نے صحابہ سے پوچھا کہ کون ہے جو دشمنوں میں جا کر انکی خبر لائے گا، تو صحابہ کا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ کسی صحابی نے جواب نہیں دیا۔ اس پر پیغمبر اسلام نے حذیفہ کا نام لے کر پکارا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ اب تو میرے لیے جانا 'مجبوری' ہو گئی۔

جب تمام صحابہ یوں ڈگمگا رہے تھے، تو پھر صرف بنو قریظہ پر الزام کیسا اور صرف بنو قریظہ کو ہی سزا کیوں؟ اور سزا بھی ایسی ظالمانہ اور غیر منصفانہ کہ بس۔۔۔

جب تمام صحابہ یوں ڈگمگا رہے تھے، تو پھر صرف بنو قریظہ پر الزام کیسا اور صرف بنو قریظہ کو ہی سزا کیوں؟ اور سزا بھی ایسی ظالمانہ اور غیر منصفانہ کہ بس۔۔۔

جبرئیل کے کہنے پر بنو قریظہ کے خلاف جنگ کی شروعات، وگرنہ مسلمانوں کو بذاتِ خود بنو قریظہ سے جنگ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی

صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ خندق سے (فارغ ہو کر) واپس آئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کرنا چاہا تو جبرائیل علیہ السلام آئے '**ان کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا**۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے 'اللہ کی قسم میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو پھر اب کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے خلاف لشکر کشی کی۔

- جبرئیل کے کہنے پر پیغمبر اسلام اور مسلمان ہتھیار سنبھال کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ **بہرحال، سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ خندق کی وجہ سے کفار سے کوئی جنگ ہی نہ ہوئی تھی اور نہ ہی جبرئیل نے کسی**

کافر کو قتل کیا تھا، تو پھر جبرئیل غبار میں سے کیسے اٹے پھرے تھے؟ یہ وہ معمہ ہے جو حل نہیں ہو سکتا، چاہے مسلمان لاکھ بہانے بنانے کی کوشش کر لیں۔

• محاصرے کے دوران پیغمبر اسلام نے ایک وفد ابو لبابہ کی زیر نگرانی بنو قریظہ کے پاس بھیجا جس نے انہیں کہا کہ وہ اپنے ہتھیار رکھ دیں۔

سیرت ابن ہشام (لنک):

> قال: ثم إنهم بعثوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن ابعث إلينا إبا لبابة بن عبد المنذر، إخا بني عمرو بن عوف، وكانوا حلفاء الأوس، لنستشيره في إمرنا، فأرسله رسول الله صلى الله عليه وسلم إليهم؛ فلما راوه قام إليه الرجال، وجهش إليه النساء والصبيان يبكون في وجهه، فرق لهم، وقالوا له: يا إبا لبابة! إترى إن ننزل على حكم محمد صاحب؟ قال: نعم، وإشار بيده إلى حلقه، إنه الذبح.
>
> ترجمہ:
> پیغمبر نے صحابی ابو لبابہ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ جب لوگوں نے ابو لبابہ کو دیکھا تو وہ اس سے ملنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عورتیں اور بچے روتے ہوئے ابو لبابہ کے پاس جمع ہو گئے۔ ابو لبابہ کو ان پر بہت ترس آیا۔ انہوں نے کہا: "اے ابو لبابہ، کیا ہم محمد صاحب کے سامنے ہتھیار ڈال دیں؟" اس نے کہا کہ 'ہاں' اور ساتھ میں ہاتھ سے گلے پر چھرا پھیر کر ذبح کرنے کا اشارہ کیا **(یعنی ان عورتوں اور بچوں کے رونے پر ترس کھا کر ساتھ میں انہیں پیغمبر کے ارادے کا اشارہ کر دیا کہ وہ سب ذبح کیے جائیں گے)**۔

1 مہینے کے محاصرے کے بعد بنو قریظہ نے ہتھیار رکھ کر قیدی بننے کی شرط قبول کر لی۔

سعد کا خونی فیصلہ اور پیغمبرِ اسلام کی اسے خدائی فیصلہ قرار دیتے ہوئے توثیق

صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> ابو سعید خدری نے بیان کیا جب بنو قریظہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال کر قلعہ سے اتر آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (سعد کو) بلایا۔ آپ وہیں قریب ہی ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے (کیونکہ زخمی تھے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' جب وہ آپ کے قریب پہنچے تو آنحضرت نے فرمایا' اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ (اور ان کو سواری سے اتارو) آخر آپ اتر کر آنحضرت کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں (بنو قریضہ کے یہودی) نے آپ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ (اس لئے آپ ان کا فیصلہ کر دیں) انہوں نے کہا کہ پھر میرا فیصلہ یہ ہے **کہ ان میں جتنے آدمی لڑنے والے ہیں' انہیں قتل کر دیا جائے' اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ آپ (ص) نے فرمایا تو نے بالکل اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔**

پیغمبر اسلام کے براہ راست حکم سے 12 سالہ بچوں کا براہ راست قتل

پیغمبر اسلام کے براہ راست حکم سے وہ 12 سالہ بچے بھی ذبح کر دیے گئے کہ جن کے زیر ناف بال آگنا شروع ہو گئے تھے۔

سنن نسائی، کتاب الطلاق (لنک):

> 3429 إخبرنا الربيع بن سليمان قال حدثنا إسد بن موسى قال حدثنا حماد بن سلمة عن إبي جعفر الخطمي عن عمارة بن خزيمة عن كثير بن السائب قال حدثني ابنا قريظة إنهم عرضوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم قريظة فمن كان محتلما إو نبتت

عانتہ قتل و من لم یکن محتلما اِولم تنبت عانتہ ترک

ترجمہ:

صحابی کثیر بن سائب نے بنو قریظہ کے دو لڑکوں (یہ بھی صحابہ ہیں) سے روایت ہے کہ ان لوگوں کو آنحضرت کے سامنے قریظہ کے ہنگامے والے دن لایا گیا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ جس لڑکے کو احتلام ہو یا اس کی پیشاب کی جگہ یعنی زیر ناف بال اگ آئے ہوں اس کو قتل کر دو۔ اگر ان دو نشانات میں سے کوئی نشان یا علامت نہ پاؤ تو اس کو چھوڑ دو۔

مسلم محدثین نے اس روایت پر 'صحیح' (لنک) کا حکم لگایا ہے۔

یہی روایت صحابی عطیہ القریظی سے بھی صحیح طریقے سے مروی ہے۔ سنن ابو داؤد، کتاب الحدود (لنک):

حَدَّثَنَا محمد صاحب بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي عَطِيَّةُ الْقُرَظِيُّ، قَالَ كُنْتُ مِنْ سَبْىِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ فَمَنْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ .

ترجمہ:

صحابی عطیہ القریظی کہتے ہیں کہ میں بھی بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا۔ صحابہ نگاہ ڈالتے تھے، اور ہم میں سے جن کے زیر ناف بال آ چکے تھے انہیں قتل کر دیا جاتا تھا، اور جن کے ابھی بال نہیں آئے تھے، انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ عطیہ القریظی کہتے ہیں کہ میں ان چھوٹے بچوں میں سے تھا جن کے ابھی بال نہیں آئے تھے۔

مسلم محدثین نے اس روایت پر 'صحیح' (لنک) کا حکم لگایا ہے۔

اور صحابی سمرۃ بن جندب بتلاتے ہیں کہ نہ صرف 12 سالہ بچوں کو قتل کر دیا جاتا تھا، بلکہ ان عمر رسیدہ بوڑھے افراد کو بھی ذبح کر دیا جاتا تھا جنکا اگرچہ کہ جنگ میں کوئی کردار نہ ہوتا تھا، مگر وہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے بطور غلام بے کار تھے۔

سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل النساء، حدیث 2670 (لنک):

عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتلوا شیوخ المشرکین واستبقوا شرخہم

ترجمہ:

حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"

اس روایت کے عربی لفظ "شرخ" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔

یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے (لنک) اور کہا ہے کہ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ نیز لکھا ہے کہ یہ حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی نقل کی ہے۔



ابن جری طبری نے اپنی تاریخ میں مردوں اور بچوں کے قتل کی روایت نقل کی ہے:

تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 35 (انگلش ایڈیشن):

"The Jews were made to come down, and Allah's Messenger imprisoned them. Then the Prophet went out into the marketplace of Medina (it is still its marketplace today), and he had trenches dug in it. He sent for the Jewish men and had them beheaded in those trenches. They were brought out to him in batches. They numbered 800 to 900 boys and men. As they were being taken in small groups to the Prophet, they said to one another, 'What do you think will be done to us?' Someone said, 'Do you not understand. On each occasion do you not see that the summoner never stops? He does not discharge anyone. And that those who are taken away do not come back. By God, it is death!' The affair continued until the Messenger of Allah had finished with them all."

پھر ابن جریر طبری نے اسی کتاب میں آگے ایک بار پھر ان بالغ بچوں کے قتل کا ذکر کیا ہے:

(حوالہ: تاریخ طبری، انگریزی ایڈیشن، جلد 8، صفحہ 38)

> The Messenger of God had commanded that **all of them who had reached puberty** should be killed.

اور یہ (لنک) میڈیکل کی دنیا کے ایک اہم ویب سائیٹ کا ہے۔ اس نے باقاعدہ عرب بچوں کا سائنٹیفک ڈاٹا اکھٹا کیا جس کے مطابق عرب بچے جلد بالغ ہو جاتے ہیں اور عرب بچوں میں بلوغت 11 سال یا اس سے بھی پہلے سے شروع ہو گئی جبکہ سب سے زیادہ شرح ساڑھے گیارہ سال کے بچوں سے لے کر 14 سال کے بچوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ گیارہ سے چودہ سالہ بچے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ دیکھئے اس تصویر کو۔ طالبان کہتے ہیں ہم نے انہیں قتل اسلئے کیا کیونکہ سنتِ نبوی دشمن کے 11 تا 14 سالہ بچوں کا قتل حلال بتلاتی ہے۔

محترم قارئین کرام!

آپ سے گذارش ہے کہ آپ اب ایک مرتبہ اپنی آنکھیں بند کریں، اور پھر تصور کیجئے کہ ان ذبح ہونے والے بچوں اور بوڑھوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑے بے بس ولاچار قیدیوں کے دلوں پر ذبح ہوتے وقت کیا قیامت بیت رہی ہو گی۔ اپنے دل کو تھام کر پورے انصاف کے ساتھ بتلائیے کہ یہ انسانیت کا قتل نہیں تو اور کیا ہے؟

معصوم عورتوں اور 12 سال سے کم عمر کے بچوں کے ساتھ سلوک

بنو قریظہ کی عورتوں اور بچوں کا جنگ میں کوئی کردار نہیں تھا۔ مگر انکے شوہروں اور بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد بھی ان پر ظلم کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ان مظلوم خواتین کو سیکس سروس کے لیے کنیز باندیاں بنا لیا گیا، اور معصوم بچے غلام بن گئے، جنہیں بیچ کر مسلمان پیسہ بنانا چاہتے تھے۔

ان عورتوں اور بچوں کی حیثیت یہ تھی مسلمانوں نے انہیں بیچ کر انکے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے۔

تاریخ طبری (انگریزی ایڈیشن، جلد 8، صفحہ 39 (لنک):

> پھر رسول اللہ نے سعد بن زیاد انصاری کو بنو قریظہ کی چند باندی عورتوں کے ساتھ نجد کے علاقے میں بھیجا کہ وہ انہیں کفار کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے اور اسکے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے جائیں۔

کیا آپکو علم ہے کہ اسلام میں کنیز باندیوں کو کیسے سیکس سروس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؟

خواتین کے متعلق مسلمانوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ خواتین پیچھے تنہا رہ گئی تھیں اور انہیں باندیاں بنا کر انکے گھر بار کو لوٹا اور اس پر قبضہ نہ کیا جاتا تو یہ خواتین کہاں جاتیں۔۔۔۔

یہ بعینہٖ وہی بہانہ ہے جسے آج داعش نے استعمال کر کے یزیدی خواتین کو باندیاں بنا کر انکے ساتھ تمام تر حیوانی سلوک شروع کیا ہوا ہے اور انکے گھروں کا سارا مال واسباب لوٹ لیا ہے، انکے تمام تر زیور و پیسہ لوٹ لیا ہے۔

یہ مسلمان آج داعش کو برا بھلا کہہ رہے ہوتے ہیں۔ مگر جب داعش پلٹ کر انہیں آئینہ دکھاتے ہیں تو ان مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔۔۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مزید بہت سے مسلمان داعش سے مکالمے کے بعد غیر مسلم خواتین کو باندیاں بنانے کو "عین شریعت" سمجھنے لگتے ہیں اور داعش کی طرح ان دوسرے مسلمانوں کو کافر کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ باندیوں کو آج حرام بنا کر شریعت میں بدعت پیدا کر رہے ہیں۔

دھواں وہاں سے ہی نکلتا ہے جہاں آگ لگی ہوتی ہے۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ نے خود سعد کو ثالث مقرر کیا تھا

اس سلسلے میں ان عذر خواہوں کا پہلا بہانہ ہے کہ اسلام قیدیوں کے قتل کا ذمہ دار نہیں، بلکہ یہ فیصلہ سعد نے بطور ثالث سنایا تھا۔ مگر اصل حقائق یہ ہیں کہ:

1. بنو قریظہ والوں نے سعد کو ثالث ہی مقرر نہیں کیا تھا۔
2. بلکہ محمد صاحب نے خود سعد کو تجویز کیا تھا۔
3. اور محمد صاحب کے تجویز کرنے پر بنو قریظہ کے حلیف قبیلے اوس نے بھی سعد کو ثالث تسلیم کر لیا تھا۔
4. چنانچہ بنو قریظہ نے سعد کا نام تجویز نہیں کیا تھا، اور نہ ہی انہیں سعد کے "انتہا پسند" نظریات کا علم تھا، اور نہ ہی انہیں علم تھا کہ اس سے قبل جنگ بدر کے موقع پر سعد قیدیوں کے قتل پر زور دیتے رہے تھے، اور نہ ہی انہیں علم تھا کہ زخمی حالت میں جب سعد رسول کے پاس پڑے ہوئے تھے، تو وہ بنو قریظہ کے قتل کی دعا کر رہے تھے۔
   مگر محمد صاحب سعد کے حوالے سے ان تمام باتوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے، اور اسی لیے کسی "غیر جانبدار" شخص کی بجائے، انہوں نے سعد کا نام تجویز کیا تھا۔

رحیق المختوم (لنک):

> ۔۔۔ (جب بنو قریظہ والوں کو قیدی بنالیا گیا تو) قبیلہ اوس کے لوگ رسول اللہ سے عرض پرداز ہوئے کہ آپ نے بنو قینقاع کے ساتھ جو سلوک فرمایا تھا وہ آپ کو یاد ہی ہے بنو قینقاع ہمارے بھائی خزرج کے حلیف تھے اور یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں۔ لہٰذا ان پر احسان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ لوگ اس پر راضی نہیں کہ ان کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذؓ کے حوالے ہے۔ اَوس کے لوگوں نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سیدنا سعد بن معاذؓ کو بلا بھیجا۔ وہ مدینہ میں تھے، لشکر کے ہمراہ تشریف نہیں لائے تھے، کیونکہ جنگِ خندق کے دوران ہاتھ کی رگ کٹنے کے سبب زخمی تھے۔ انہیں ایک گدھے پر سوار کر کے رسول اللہ کی خدمت میں لایا گیا۔ جب قریب پہنچے تو ان کے قبیلے کے لوگوں نے انہیں دونوں جانب سے گھیر لیا۔ اور کہنے لگے: سعد! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھائی اور احسان سے کام لیجئے گا... رسول اللہ نے آپؓ کو اسی لیے حکم بنایا ہے کہ آپؓ ان سے حسن سلوک کریں۔ مگر وہ چپ چاپ تھے کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے گزارش کی بھرمار کر دی تو بولے: اب وقت آگیا ہے کہ سعد کو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی پروانہ ہو۔ یہ سن کر بعض لوگ اسی وقت مدینہ آگئے اور قیدیوں کی موت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جب سیدنا سعدؓ نبی کریم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: اپنے سردار کی جانب اٹھ کر بڑھو۔ (لوگوں نے بڑھ کر) جب انہیں اتار لیا تو کہا: اے سعد! یہ لوگ آپ کے فیصلے پر اترے ہیں۔ سیدنا سعدؓ نے کہا: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! انہوں نے کہا مسلمانوں پر بھی لوگوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے پھر کہا: اور جو یہاں ہیں ان پر بھی، ان کا اشارہ رسول اللہ کی فرودگاہ کی طرف تھا۔ مگر اجلال و تعظیم کے سبب چہرہ دوسری طرف کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! مجھ پر بھی۔ سیدنا سعدؓ نے کہا: تو ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بنو قریظہ والوں نے محمد صاحب کی تجویز پر سعد کے نام پر ہاں کر دی تھی، تب بھی مسئلہ یہ کہ وہاں پر کوئی "غیر جانبدار تھرڈ پارٹی" تو موجود نہیں تھی کہ جس کا نام وہ محمد صاحب کو تجویز کرتے۔ وہ تو مجبور تھے کہ محمد کے تجویز کردہ شخص کو قبول کریں۔

بنو قریظہ والے سعد اور اُنکے انتہا پسند نظریات کو نہیں جانتے تھے، مگر محمد سعد کے بدر کے قیدیوں والی رائے سے بہت اچھی طرح سے واقف تھے۔ چنانچہ ذمہ داری ایک مرتبہ پھر محمد صاحب پر آئے گی کہ انہوں نے غیر جانبدار شخص کو متعین نہیں کیا، بلکہ جانتے بوجھتے ایک انتہا پسند شخص کو تجویز کیا، جو کہ ان کی خواہش کی مطابق فیصلہ دینے والا تھا۔

محمد صاحب نے سعد کو ثالث بنانے کی شرط کیوں رکھی؟

یہ بہت ہی اہم نقطہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ محمد صاحب نے سعد کو ہی ثالث مقرر کرنے پر کیوں زور دیا، جبکہ وہ جنگ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے بری طرح زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے؟

- سعد کسی بھی طرح غیر جانبدار نہ تھے، بلکہ کٹر مسلمان تھے اور اس فوج سے تعلق رکھتے تھے جو کہ بنو قریظہ پر حملہ کر رہی تھی۔ بلکہ سعد تو اس قدر انتہا پر بنو قریظہ کے مخالف تھے کہ ثالث بننے سے قبل ہی ان کی سب سے شدید خواہش بنو قریظہ کی تباہی تھی۔
تو کیا ایسے شخص کو کسی بھی طرح غیر جانبدار ثالث مانا جا سکتا ہے اور اس سے انصاف کی کوئی بھی توقع کی جا سکتی ہے؟
- محمد صاحب کو بہت اچھی طرح سے سعد کی انتہا پسند طبیعت کے متعلق علم تھا اور انہیں پہلے سے یقین تھا کہ سعد سوائے بنو قریظہ کے قتل کے، اور کوئی حکم نہیں دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں قیدیوں کے متعلق ابو بکر نے رائے دی تھی کہ فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے، مگر اُس وقت بھی سعد کا اصرار تھا کہ بدر کے قیدیوں کو ذبح کر دیا جائے۔

> تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 160 (لنک):
> محمد صاحب بن اسحق کہتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں (قرآن 8:67: کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو قیدی بنائے جب تک کہ نبی زمین میں کثرت سے ان قیدیوں کا خون نہ بہا دے"۔) تو پیغمبر اکرم فرمانے لگے کہ اگر ہم پر آسمانی عذاب نازل ہو تو ہم میں سے سوائے سعد بن معاذ کے اور کوئی اس سے محفوظ نہ رہے گا، کیونکہ سعد نے مجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں قیدیوں کو زندہ گرفتار کرنے کی بہ نسبت ان کو دل کھول کر قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔

- صرف یہ ہی نہیں کہ بدر کے موقع پر سعد نے قیدیوں کے قتل کی بات کی ہو، بلکہ بنو قریظہ کے ہتھیار رکھنے سے قبل جب سعد زخمی ہو کر خیمے میں پڑے تھے، اُس وقت بھی سعد نے کھل کر کہا تھا کہ وہ اُس وقت تک مرنا نہیں چاہتے جب تک کہ وہ بنو قریظہ کی تباہی نہ دیکھ لیں۔

سعد بن معاذ جنگ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے اور پیغمبر اسلام کو اس سے اتنی قربت تھی کہ انہوں نے اپنے قریب مسجد میں سعد کا خیمہ لگوا دیا۔

صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> عائشہ کہتی ہیں کہ سعد بن معاذ کو خندق کے دن ایک شخص نے جو قریش میں سے تھا ایک تیر مارا۔ وہ تیر ان کی الکحل (شریان) میں لگا تو رسول (ص) نے سعد کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا اور وہیں نزدیک سے انکی خیریت پوچھتے رہے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے (لنک):

> حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہالے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے **اسی وقت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔** اللہ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔

چنانچہ:

1۔ سعد کسی بھی صورت "غیر جانبدار ثالث" نہیں ہو سکتے تھے۔

2۔ اور محمد صاحب نے سعد کو ثالث اس لیے بنایا ہی اس لیے تھا کیونکہ محمد صاحب کو پہلے ہی یقین تھا کہ سعد ان کے قتل کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں دیں گے۔

3۔ اور محمد صاحب کی شروع سے ہی نیت بنو قریظہ کو قتل کرنے کی تھی۔ ابو لبابہ والی روایت میں آپ یہ صاف دیکھ سکتے ہیں۔

سعد کا انتہائی ظالمانہ خونی فیصلہ اور پیغمبرِ اسلام کی اسے الہامی خدائی فیصلہ قرار دیتے ہوئے اسکی توثیق

صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (لنک):

> ابو سعید خدری نے بیان کیا جب بنو قریظہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال کر قلعہ سے اتر آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (سعد کو) بلایا۔ آپ وہیں قریب ہی ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے (کیونکہ زخمی تھے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' جب وہ آپ کے قریب پہنچے تو آنحضرت نے فرمایا' اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ (اور ان کو سواری سے اتارو) آخر آپ اتر کر آنحضرت کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں (بنو قریضہ کے یہودی) نے آپ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ (اس لئے آپ ان کا فیصلہ کر دیں) انہوں نے کہا کہ پھر میرا فیصلہ یہ ہے **کہ ان میں جتنے آدمی لڑنے والے ہیں' انہیں قتل کر دیا جائے' اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ آپ (ص) نے فرمایا تو نے بالکل اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔**

چنانچہ یہاں سے بھی یہی ثابت ہوا کہ سعد پر اس فیصلے کا بوجھ ڈال کر فرار نہیں ہو جا سکتا، بلکہ یہی اصل اسلام کے اللہ کا فیصلہ ہے۔

مسلمانوں کا عذر: سعد نے یہ فیصلہ یہودیوں کی تورات کے مطابق دیا

اسلام عذر خواہ اسلام کو بچانے کے لیے یہودیوں کی توریت کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

> تورات کتاب تثنیہ اصحاح، ۲آیت ۱۰میں ہے!
> "(اے موسیٰ) جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا اور عورتوں کو اور بال بچوں اور چوپایوں، شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا"

یہ عذر کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے کیونکہ اس معاملے میں حکم چاہے مسلمانوں کی شریعت کا ہو یا پھر بنی اسرائیل کی شریعت کا۔۔۔ دونوں کی شریعت بنانے کا ذمہ دار تو ایک خدا ہی رہتا ہے جو کہ مسلمانوں اور بنی اسرائیل کا مشترکہ خدا ہے۔ تو پھر آج

مسلمان صرف بنی اسرائیل کو ذمہ دار کیوں ٹھہرا رہے ہیں؟ کیا مسلمانوں کو اپنی اس بے وقوفی کا احساس نہیں ہو رہا کہ وہ اس ظلم کا ذمہ دار بنی اسرائیل کو نہیں، بلکہ اپنے اور بنی اسرائیل کے مشترکہ اللہ کو بنا رہے ہیں؟

نوٹ:
مسلمان یہود و نصاریٰ کے سامنے تو یہ بہانہ کر کے ہمیشہ بھاگ جاتے ہیں۔ اور ساتھ میں وہ بائیبل سے موسی کا واقعہ بھی پیش کر دیتے ہیں جس کے مطابق جب موسی اپنے دشمن پر فتحیاب ہوئے تو انہوں نے بھی دشمن کے مردوں کو قیدی بنا کر ذبح کروا دیا تھا۔

مگر یہاں مسلمانوں کے مخاطب یہود و نصاریٰ نہیں، بلکہ انسانیت کے علمبردار ہیں۔ اگر مسلمان ہمارے سامنے موسی کے قتل عام کا یہ واقعہ رکھتے ہیں تو ہم تو مسلمانوں کو کٹہرے میں لا کھڑا کریں گے کہ وہ محمد صاحب کے بنو قریظہ کے قیدیوں کے ذبح کے ساتھ ساتھ اب موسی کے قیدیوں کے ذبح کرنے کا بھی حساب دیں، کیونکہ دونوں کا خدا ایک ہی ہے۔

مسلمانوں کے پاس پوری آزادی تھی کہ وہ کفارِ قریش کی دھمکیوں کے باوجود بنو قریظہ کے آخر میں حتمیٰ طور پر مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بڑے اور مثبت کردار پر انکی تذبذب والی چھوٹی غلطی کو نظر انداز کر دیتے۔۔۔ انکو تحفے تحائف دے کر مزید انہیں اپنے قریب کر لیتے۔۔۔ یا پھر اس غلطی پر کوئی گرفت کرنی بھی تھی تو کوئی ہلکی سزا تجویز کر لیتے، کوئی نیا معاہدہ کر لیتے، انکے غلطی کرنے والے ان چند سرداروں کو سزا دے لیتے، یا پھر زیادہ سے زیادہ انہیں بھی شہر بدر کر دیتے۔ مگر بنو قریظہ سے جو خونی سلوک کیا گیا، وہ کسی صورت کسی الہامی انصاف کا آئینہ دار نہیں۔

اسلام میں قیدیوں کا قتل صرف بنو قریظہ تک ہی محدود نہیں، بلکہ قرآنی حکم پر بدر میں بھی کیا گیا

مسلمان یہ کہہ کر فرار ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ بنو قریظہ میں قیدیوں کا قتل ایک استثنائی واقعہ تھا اور سعد کی وجہ سے پیش آیا۔ مگر یہ عذر بھی غلط ہے کیونکہ اسلام میں حاکم کو پوری اجازت ہے کہ وہ کسی بھی جنگ میں قیدیوں کو قتل کرے، یا غلام بنائے یا ان کا فدیہ لے لے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر (لنک):

عن سمرة بن جندب إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقتلوا شيوخ المشركين واستحيوا شرخهم والشرخ الغلمان الذين لم ينبتوا قال إبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب ورواه الحجاج بن إرطاة عن قتادة نحوه

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"
اس روایت کے عربی لفظ "شرخ" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔
یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

یاد رہے کہ ان بوڑھے شہری افراد کا (جن کا جنگ سے کوئی تعلق بھی نہ تھا) اس لیے قیدی بنا کر قتل کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ یہ بوڑھے لوگ بطور غلام مالک کے لیے کام کاج نہیں کر پاتے تھے، اور مسلمان مالک انہیں بیچ کر پیسہ بھی نہیں کما سکتا تھا، بلکہ یہ الٹا ہی مالک پر بوجھ بنتے۔ چنانچہ صرف مالی فائدے کی خاطر محمد صاحب نے ان بوڑھے لوگوں کی شہری آبادی کا قیدی بنانے کے بعد قتل کا حکم دے دیا۔

اور قرآن کی اس آیت پر غور کیجئے جو بذات خود سب سے بڑا ثبوت ہے کہ قیدیوں کا قتل کرنا اسلام کے نزدیک کوئی قبیح فعل نہیں، بلکہ پیغمبر کے شایانِ شان ایک فعل ہے، اور اسے انجام نہ دینے کی صورت میں پیغمبر پر عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

> (قرآن 8:67) کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو قیدی بنائے جب تک کہ نبی زمین میں کثرت سے ان قیدیوں کا خون نہ بہادے

اس واضح قرآنی آیت کے بعد پھر اسلام عذر خواہ کس طرح بنو قریظہ کے قیدیوں کا سارا قصور سعد کے سر پر ڈال کر فرار ہو سکتے ہیں؟ یہ آیت بالکل واضح ہے کہ قیدیوں کا قتل سعد کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہوتا تھا کہ یہ نبی کی شان ہے کہ وہ قیدیوں کا خون خوب خوب بہاتا ہے۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ کی کنیز عورتیں خود کو کتابت کے ذریعے آزاد کروا سکتی تھیں

مسلم عذر خواہ کہتے ہیں کہ ان عورتوں اور بچیوں کو کنیزیں بنا دینے پر اسلام پر کوئی تنقید نہیں ہو سکتی۔ ان عورتوں کے پاس حق تھا کہ وہ کتابت کے ذریعے اپنی آزادی خرید لیتیں۔

کیسے ممکن ہے کہ ان اسلام عذر خواہوں کو ایسے بہانے بناتے ہوئے شرم نہیں آتی:

- اگر اسلام کا منشاء یہی تھا کہ ان عورتوں کو کتابت کے ذریعے آزادی دلوا دے تو پھر ان کو پہلی صف میں باندیاں ہی کیوں بنایا گیا؟
- پھر اسلام کو ان عورتوں کو آپشن دینی چاہیے تھی کہ اگر وہ زندگی بھر باندی بن کر غلامی کی چکی میں پسنے کی بجائے دوسرے یہودی قبائل یا اپنے دوسرے رشتے داروں کے پاس جانا چاہیں تو چلی جائیں۔
- اور پھر باندیاں بنا کر انکا زیور، مال و جاگیر کیوں لوٹ لیں؟ کم از کم انکا مال و زیور ہی ان عورتوں کے پاس رہنے دیتا تاکہ وہ کتابت کی رقم اس سے ادا کر کے آزاد ہو جاتیں۔
- اور پھر ان سے سیکس بالجبر کر کر کے انکی جو عزتیں مسلمانوں نے پامال کیں، تو کتابت سے کیا یہ لٹی عصمتیں واپس آ سکتی ہیں؟
- اور پھر ان بے چاری عورتوں کی آزادی کا کیا کہ جنہیں گھوڑوں اور اسلحہ کے عوض پیغمبر اسلام نے کفار قریش کو بیچ ڈالا؟

تاریخ طبری (انگریزی ایڈیشن، جلد 8، صفحہ 39 (لنک):

> پھر رسول اللہ نے سعد بن زید انصاری کو بنو قریظہ کی چند باندی عورتوں کے ساتھ نجد کے علاقے میں بھیجا کہ وہ انہیں کفار کے ہاتھوں فروخت کر دیں اور انکے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ است۔

- یہ یہودی عورتیں اللہ پر ایمان رکھنے والی اہل کتاب تھیں۔ مگر محمد صاحب نے انکو مشرک کفار کے پاس انکا ریپ کرنے کے لیے بیچ دیا، حالانکہ یہ مشرک کفار اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔
- اور ان چھوٹے بچوں کا کیا قصور کہ جنہیں پوری زندگی غلامی کی چکی میں پیسا گیا، حالانکہ ان کا جنگ میں کوئی کردار نہیں تھا۔ یہی نہیں، بلکہ اسلام میں تو "پیدائشی غلامی" کی لعنت سے بھی ان بچوں کو تحفظ نہیں تھا۔ یعنی جب یہ بچے بڑے ہو کر اپنے

بچے پیدا کرتے تھے تو وہ پیدائشی غلام ہوتے تھے۔ اس طرح نہ صرف ان چھوٹے بچوں کو، بلکہ ان کی آنے والی اگلی نسلوں تک کو غلامی کی چکی میں پیسا گیا۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ کے قیدیوں کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ مسلمانوں کے لیے خطرہ بن جاتے

جہاں چاہ، وہاں راہ۔

اگر محمد صاحب کو ان قیدیوں کو ذبح سے بچانا ہوتا، تو راستے بے تحاشہ موجود تھے۔

اگر محمد صاحب کو ان نہتے قیدیوں سے اتنا ہی خطرہ تھا، تو انہیں بھی یہودی خواتین کی طرح نجد اور عرب کے دیگر مختلف علاقوں میں بیچ کر انہیں بکھیر سکتے تھے۔

مسئلہ ہی یہ ہے کہ محمد صاحب کی چاہ انہیں بچانے کی نہیں تھی، بلکہ انہیں ذبح کر دینے کی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنی اس چاہ کی راہ سعد کی صورت میں ڈھونڈ لی۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ نے دو دفعہ دھوکہ دیا اور بدعہدی کی جسکے بعد انکا قتل حلال تھا

پہلی مرتبہ کے متعلق یہ واضح کر دیا جائے کہ جس چیز کو مسلمان زبردستی بدعہدی اور بہت بڑا جرم بنا کر پیش کر رہے ہیں اسکی حالت بھی خود دیکھ لیجئے۔

سنن ابو داؤد (لنک):

فَكَتَبَت كفّارُ قُرَيشٍ بعدَ وقعةِ بدرٍ إلى اليَهودِ: إنَّكم أهلُ الحلقةِ والحصونِ، وإنَّكم لتُقاتِلُنَّ صاحبَنا أو لنفعلنَّ كذا وَكَذا، ولا يحولُ بينَنا وبينَ خدَمِ نسائِكُم شيءٌ، وَهيَ الخلاخيلُ، فلمّا بلغَ كتابُهُمُ النَّبيَّ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ، اجمعت بنو النَّضيرِ بالغدرِ، فأرسَلوا إلى رسولِ اللَّهِ صلَّى ۔۔۔ اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ: اخرُج إلينا في ثلاثينَ رجلًا من أصحابِكَ، وليخرج منّا ثلاثونَ حبرًا، حتّى نلتقيَ بمَكانِ المنصفِ فيسمَعوا منكَ، فإن صدَّقوكَ وآمنوا بِكَ آمنّا بِكَ، فقصَّ خبرَهُم، فلمّا كانَ الغدُ، غدا عليهم رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ بالكتائبِ فحصرَهُم، فقالَ لَهُم: إنَّكم واللَّهِ لا تأمَنونَ عندي إلَّا بعَهْدٍ تعاهِدوني علَيهِ، فأبَوا أن يُعطوهُ عَهْدًا، فقاتلَهُم يومَهُم ذلِكَ، ثمَّ غدا الغدُ على بَني قُرَيظةَ بالكتائبِ، وترَكَ بَني النَّضيرِ ودعاهم إلى أن يعاهِدوهُ، فعاهَدوهُ، فانصرَفَ عنهم، وغدا على بَني النَّضيرِ بالكتائبِ، فقاتلَهُم حتّى نزلوا على الجلاءِ، فجلَت بنو النَّضيرِ، واحتَملوا ما أقلَّتِ الإبلُ من أمتعتِهِم، وأبوابِ بيوتِهِم، وخشبِها، فَكانَ نخلُ بَني النَّضيرِ لرسولِ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ خاصَّةً۔۔۔

ترجمہ:

کعب بن مالک ایک صحابیِ رسول سے روایت کرتے ہیں: ۔۔۔ کفارِ قریش نے جنگ بدر کے بعد مدینے کے یہودیوں کو خط لکھا: "تم لوگوں کے پاس اسلحہ جنگ اور قلعے ہیں۔ تم ہمارے حریف (محمد صاحب) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ یہ کریں گے اور یہ کہ کوئی چیز ہم کو تمہاری عورتوں کے کڑوں تک پہنچنے سے روک نہ سکے گی کہ انہیں باندیاں بنائیں (یعنی کفارِ قریش نے یہودیوں کو ڈرایا دھمکایا)۔ چنانچہ رسول اللہ کو اس خط کی خبر ہوئی اور بنی نضیر بھی غدر پر کمربستہ ہو گئے **(نوٹ: یہ جھوٹ ہے بنو نضیر نے کوئی غدر نہیں دِکھایا، کوئی بغاوت نہ کی، اور باقاعدہ جنگ کے لیے کوئی ہتھیار نہیں اٹھائے، بلکہ وہ صرف بات کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آگے یہ روایت ثابت کر رہی ہے)**۔ بنو نضیر نے رسول اللہ کو خط لکھا کہ آپ اپنے تیس آدمیوں ساتھ آئیں اور ہم ہم اپنے 30 احبار (یہودی مذہبی پیشوا) کے ساتھ آئیں گے اور ہم بیچ راستے میں ایک دوسرے سے ملیں گے اور آپکو سنیں گے کہ آپ کو کیا کچھ کہنا ہے۔ اور اگر وہ احبار آپ پر ایمان لے

آئے اور انہوں نے آپ کی پیروی کی تو ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے۔ اگلے دن جناب محمد صاحب اپنی پوری فوج لے کر آئے اور انہوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا: خدا کی قسم تم ہمارے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہو گے حتیٰ کہ تم ہمارے ساتھ معاہدہ نہ کر لو۔ مگر بنو نضیر نے ایسا کوئی معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جناب محمد صاحب نے ان سے اسی دن جنگ شروع کر دی۔ پھر اگلے دن جناب محمد صاحب بنی قریظہ کی طرف چلے گئے اور بنو نضیر کو یوں ہی چھوڑ دیا اور بنو قریظہ کو پیغام دیا کہ وہ تجدید معاہدہ کر لیں۔ بنو قریظہ نے (بغیر کسی عذر کے) یہ تجدید معاہدہ کر لیا۔ چنانچہ جناب محمد صاحب پھر سے بنو نضیر کے پاس پہنچ گئے اور ان سے جنگ شروع کر دی، حتیٰ کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور شہر بدر ہونے کی شرط قبول کر لی۔۔۔

سعودی محدث البانی نے اس روایت کو "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)۔

مسلمان اس پہلی مرتبہ کو بنو قریظہ کی بدعہدی اور دھوکہ اور جنگ کہتے ہیں۔ حالانکہ اسے بنو قریظہ تجدید معاہدہ کرنا تو کہا جا سکتا ہے، مگر بنو قریظہ کی کوئی بدعہدی یا دھوکہ یا ہتھیار اٹھا کر جنگ کرنا ہر گز نہیں۔

بلکہ دھوکہ تو بنو نضیر کی طرف سے بھی کوئی نہیں ہوا، نہ ہی انہوں نے کوئی عہد توڑا، نہ ہی انہوں نے کوئی ہتھیار اٹھائے۔ بنی نضیر کا مسلمانوں سے اور انہیں نے صاف بات کہی تھی کہ وہ فقط پیغمبر اسلام سے بات کرنا چاہتے تاکہ وہ اپنی زبان سے انہیں اپنی سچائی کا ثبوت دے سکیں۔ **مگر جواب میں دھوکہ تو مسلمانوں نے کیا جو بات کرنے کی بجائے پوری فوج کو لے کر خون خرابے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔**

نوٹ:

مسلمانوں نے ایک روایت گھڑی ہے کہ بنی نضیر بات چیت کے دوران پیغمبر اسلام کو دھوکے سے قتل کر دینا چاہتے تھے۔

سچائی یہ ہے کہ مسلمان یہاں بددیانتی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ روایت سازی مسلمانوں کے گھر کی لونڈی تھی، چنانچہ جہاں مذہب کی ناموس کو خطرہ نظر آیا، وہیں پر مسلمانوں نے جھوٹی روایتیں گھڑ کر مذہب کا دفاع کیا۔

یہی حال بنو نضیر کے معاملے میں بھی ہے جہاں مسلمانوں نے بنو نضیر کے متعلق جھوٹی روایات گھڑ ڈالیں کہ انہوں نے محمد صاحب کو خفیہ طور پر قتل کرنے کی سازش کی، مگر محمد صاحب کو وحی سے اسکا پتا چل گیا اور وہ قاتلانہ حملے سے بچ گئے۔

مگر کبھی کبھار اتنے جھوٹے پروپیگنڈے کے باوجود بھی سچ کسی طرح آشکار ہو جاتا ہے، اور یہی معاملہ بنو نضیر کی معاملے میں بھی ہوا اور اوپر سنن ابو داؤد والی صحیح روایت میں راویوں کے منہ سے سچائی نکل گئی۔ اگر مسلمان عقل استعمال کریں تو انہیں نظر آ جائے گا کہ اگر بنی نضیر نے ایسا دھوکہ دیا ہوتا تو پیغمبر اسلام معاہدے کی بات نہ کر رہے ہوتے، بلکہ صرف جنگ کر رہے ہوتے۔ بنی نضیر کا قصور ہی یہ تھا کہ انہوں نے شہر بدر ہونا قبول کیا، مگر پیغمبر اسلام سے معاہدہ نہیں کیا۔

یہی حال یہودیوں کے تیسرے قبیلے بنو قینقاع کا تھا جس پر مسلمانوں نے عہد شکنی اور پتا نہیں کیا کیا الزامات لگا رکھے۔

یہودی قبیلہ بنو قینقاع قبیلہ خزرج کا حلیف تھا۔ جبکہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کسی بھی لڑائی کی صورت میں قبیلہ بنو اوس کی مدد کیا کرتے تھے۔

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول صفحہ نمبر 124):

اکا دکا مخالفین کو ختم کرنے کے بعد آپ صلعم نے یہودی قبیلہ قینقاع سے نپٹنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ آپ نے پیغام بھیج کر بنی قینقاع کو بلایا اور انہیں مخاطب کر کے کہا۔ "اے گروہ یہود، اسلام قبول کر لو، بخدا تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہی ماجرا پیش آئے جو قریش کو آیا"۔ بنو قینقاع نے اس دعوت کا مثبت جواب نہ دیا بلکہ کہلا بھیجا:

"اے محمد صاحب صلعم آپ کو ان لوگوں سے دھوکا نہ لگے جن سے آپ لڑے ہیں، آپ صلعم ناتجربہ کار لوگوں سے

> لڑے ہیں، ہم جنگجو قوم ہیں، جب ہمارے ساتھ جنگ ہو گی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم جیسوں سے تمہاری لڑائی کبھی نہیں ہوئی"۔

بنو قینقاع کا یہ جواب سن کر رسول اللہ نے قبیلہ بنو قینقاع کے محاصرے کا حکم فرمایا، بنو قینقاع زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے، اور پندرہ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ رسول اللہ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن خزرج قبیلے کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ کے حضور پیش ہوا اور عرض کیا:

> "اے محمد صاحب! میرے حلیفوں پر مہربانی کیجئے۔ آپ صلعم نے اس سے اپنا رخ مبارک پھیر لیا، اس نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلعم کے گریبان میں داخل کیا۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا، مجھے چھوڑ دو۔ آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ صلعم نے ارشاد فرمایا، تجھ پر افسوس، مجھے چھوڑ دو۔ اس نے کہا، بخدا میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے حلیفوں پر مہربانی نہیں فرمائیں گے۔ چار سو کھلے جسم کے جوان اور تین سو زرہ پوش جنہوں نے مجھے سرخ و سیاہ سے بچایا تھا، آپ انہیں ایک ہی صبح میں کاٹ ڈالیں گے۔ بخدا میں زمانے کی گردشوں کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا، جاؤ میں نے ان کو تمہاری خاطر چھوڑ دیا"
> (الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول، صفحہ نمبر 123)

اس کے بعد محمد صاحب نے بنو قینقاع کو مدینہ بدر کر دیا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بنو قینقاع کی بھی محمد صاحب genocide کرنا چاہتے تھے، مگر صرف اور صرف اپنے حلیف قبیلے خزرج کی وجہ سے ان کا یہ قتل عام بچ پایا۔

یہ فرق تھا سعد میں اور عبداللہ ابن ابی میں۔

عبداللہ ابن ابی پر اسی جرم کی پاداش میں منافق ہونے کا الزام لگا دیا گیا، کیونکہ وہ سعد کی طرح محمد صاحب کی مرضی کے فیصلے نہیں دے رہا تھا، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ رحم کا سلوک کر کے ان قیدیوں کی جانیں بچا رہا تھا، اور انکی عورتوں اور بچوں کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر رہا تھا۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف 'اعلانیہ' جنگ کی

اسلام عذر خواہوں کو علم تھا کہ بنو قریظہ کا قصور ہرگز ایسا نہیں تھا کہ اس پر انہیں یوں بے دردی سے قتل کر دیا جاتا۔ چنانچہ ان پر الزامات کا طومار باندھا گیا۔ اس میں سے ایک یہ تھا کہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف 'اعلانیہ' جنگ کی۔

سید سلیمان ندوی میں الزام لگاتا ہے کہ (1) بنو قریظہ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کے سامنے 'اعلانیہ' کہا کہ کون محمد صاحب اور کونسا معاہدہ۔ (2) اور بنو قریظہ نے دشمنوں کے ساتھ مل کر 3 اطراف سے 'اعلانیہ' حملہ کر دیا۔

سیرت النبی از سید سلیمان ندوی، جلد 1، صفحہ 242:

> حیئ بن اخطب خود قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا، مگر اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ حیئ نے کہا میں فوجوں کا دریائے بے کراں لایا ہوں۔ قریش اور تمام عرب امنڈ آیا ہے اور ہر ایک محمد صاحب کے خون کا پیاسا ہے، یہ موقع ہاتھ سے جانے دینے کے قابل نہیں۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ مگر کعب اب بھی راضی نہ ہوا۔ کعب نے کہا میں نے محمد صاحب کو ہمیشہ صادق الوعدہ پایا ہے اور ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت ہے۔ لیکن حیئ کا جادو رائیگاں نہیں جا سکتا تھا۔ رسول (ص) کو یہ حال معلوم ہوا تو تحقیق اور اتمام حجت کے لیے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادۃ کو بھیجا اور فرمادیا اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا تاکہ لوگوں میں بے چینی نہ پھیلنے پائے۔ دونوں صاحبوں نے بنو قریظہ کو معاہدہ یاد دلایا تو **انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے محمد صاحب کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے؟** غرض بنو قریظہ نے اس بے شمار فوج میں اور اضافہ کر دیا۔ قریش، یہود اور قبائل عرب کی دس

ہزار کی فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہو کر مدینہ کی تین طرف سے اس زور و شور سے حملہ آور ہوئی کہ مدینہ کی زمین دہل گئی۔

• یہ روایت نہ صرف یہ کہ خبر واحد ہے، بلکہ اس روایت کی تو کوئی سند ہی موجود نہیں تو اس پر کیسے یقین کیا جائے؟

•اور اگر ایسا ہوا بھی تو پتا نہیں یہ لوگ وہاں کس سے ملے اور کس نے ان سے کہا کہ معاہدہ ٹوٹ چکا ہے۔ کیا وہ بنی قریظہ کے سردار تھے یا پھر ایسے ہی کسی نے اپنی طرف سے یہ کہہ دیا تھا۔ اگر کچھ لوگوں نے یہ بات کہی تھی تو یہ پوری قوم کا مشترکہ متفقہ 'فائنل' فیصلہ نہیں تھا بلکہ انکی اکثریت اسکے خلاف تھی اس لیے عملی طور پر بنی قریظہ کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔

بلکہ یہ افواہ پھیلنے کے بعد جو مسلمان انکے علاقے سے گذرے انہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا، جو اسکا پکا ثبوت ہے کہ بنو قریظہ نے کوئی ہتھیار نہیں اٹھائے اور نہ ہی کوئی 'اعلانیہ' جنگ کی۔

صحیح مسلم، کتاب السلام (لنک):

جنگ خندق کے دوران ایک دوپہر کو ایک جوان مسلمان نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر جا سکے کیونکہ اسکی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ رسول اللہ نے اسے اجازت دے دی مگر ساتھ میں ہدایت کی کہ وہ اپنے ہتھیار ساتھ لے کر جائے کیونکہ انہیں بنی قریظہ سے خدشہ ہے۔ وہ جوان مسلمان ہتھیار سجا کر روانہ ہوا **اور بخیر و عافیت گھر پہنچا تو اسکی بیوی دروازے پر کھڑی اسکا انتظار کر رہی تھی (یعنی بنو قریظہ نے اسے بالکل تنگ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی دشمنی دکھائی جو کہ 'اعلانیہ' جنگ میں ناممکن ہے)۔**

اسی طرح زبیر اور دوسرے صحابہ بھی بنو قریظہ کے علاقے میں کئی بار گئے اور کسی نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ (لنک):

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جنگ احزاب کے موقع پر مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کو عورتوں میں چھوڑ دیا گیا تھا (کیونکہ یہ دونوں حضرات بچے تھے) میں نے اچانک دیکھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (آپ کے والد) اپنے گھوڑے پر سوار بنی قریظہ (یہودیوں کے ایک قبیلہ کی) طرف آ جا رہے ہیں، **دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا**، پھر جب میں وہاں سے واپس آیا تو میں نے عرض کیا، ابا جان! میں نے آپ کو کئی مرتبہ آتے جاتے دیکھا۔ انہوں نے کہا: بیٹے! کیا واقعی تم نے بھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، انہوں نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو بنو قریظہ کی طرف جا کر ان کی اطلاع میرے پاس لا سکے۔ اس پر میں وہاں گیا اور جب میں واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا کہ "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

یہ روایت بھی ثبوت ہے کہ جناب زبیر 2 یا 3 بار بنو قریظہ کے علاقے میں گئے اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہ چیز 'اعلانیہ' جنگ میں ناممکن ہے۔

•اور جو مسلمان مؤرخ اور سید سلیمان ندوی الزام لگا رہے ہیں کہ بنو قریظہ نے دشمن کے ساتھ مل کر 3 اطراف سے اس اعلانیہ جنگ میں حملہ کر دیا، تو یہ جھوٹ تو صاف پکڑا جاتا ہے کیونکہ بنو قریظہ کو ایسا کوئی حملہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلکہ انہیں فقط یہ کرنا تھا کہ قریش کی فوج کو اپنے قلعے سے گذرنے دیتے، اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ یاد رہے کہ ان کے قلعے کی طرف کوئی خندق نہیں کھودی گئی تھی۔

مسلم بہانہ: بنو قریظہ نے مسلمانوں کے اس قلعے پر حملہ کر دیا جس میں مسلمان عورتیں/بچے موجود تھے

سیرت النبی از سید سلمان ندوی، جلد 1، صفحہ 245:

> مستورات جس قلعے میں تھیں وہ بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ **یہودیوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت رسول کے ساتھ ہے قلعہ پر حملہ کر دیا۔** ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ حضرت صفیہ نے حسان بن ثابت کو کہا کہ وہ اسے قتل کر دے، مگر انہوں نے معذوری ظاہر کی۔۔۔ حضرت صفیہ نے پھر خود خیمے کی چوب اٹھا کر اسے قتل کر دیا اور اسکا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دیا جس سے یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں فوج متعین ہے اور انہیں حملے کی جرات نہ ہوئی۔

تاریخ ہمیشہ فاتح قوم لکھتی ہے، اور اپنی مرضی کے قصے کہانیوں کے ساتھ لکھتی ہے۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو کہ قصہ گوئی کے لیے ایسے جھوٹے افسانے گھڑ لیتے تھے اور پھر یہ جھوٹے افسانے کہانیوں کی صورت مین زندہ رہ جاتے تھے۔ مسلمانوں کو خود اندازہ ہے کہ ایسے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں جھوٹے قصے بھی انکی کتابوں کا حصہ بن چکے ہیں۔

- سلیمان ندوی کہہ رہا ہے کہ '**یہودیوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک قلعہ کے قریب پہنچ گیا**'۔ یہ صاف طور پر نمک مرچ مصالحہ لگایا جا رہا ہے کیونکہ سرے سے کسی یہودی فوج نے قلعے پر حملہ نہیں کیا تھا۔ طبری میں صفیہ کی یہ روایت موجود ہے جس میں وہ صاف طور پر کہہ رہی ہے کہ **یہ فقط "ایک" یہودی تھا جو کہ اسے قلعے کے گرد مشکوک نظر آیا** (دیکھئے طبری، جلد 8، صفحہ 22 لنک)۔ چنانچہ یہ یہودیوں کی فوج کا حملہ کر دینے والا دعویٰ سرے سے سوائے شوشے کے اور کچھ نہیں۔

- نیز یاد رہے کہ یہ خبر واحد ہے۔

- اگر بالفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ خبر درست ہے، تب بھی یہ ایک یہودی شخص کا انفرادی فعل کیوں نہیں قرار پا سکتا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ چوری وغیرہ کی نیت سے وہاں آیا ہو کہ مسلمان مرد جنگ میں مشغول ہیں، تو وہ ان کی غیر موجودگی میں شاید کچھ چیزیں چرا سکے؟ تو پھر ایسے ایک شخص کے فعل کو یہودی فوج کا اعلانیہ حملہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

- عقل کی نظر سے مزید دیکھئے، یہودیوں کو تنہا یوں فوج کشی کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی، بلکہ انہیں تو فقط 7 ہزار کفار مکہ کو اپنے علاقے سے راستہ فراہم کرنا ہوتا اور یہ چیز مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہوتی۔ مگر واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ آخر تک بنی قریظہ نے کفارِ مکہ کو کوئی راستہ فراہم نے کیا اور کفارِ مکہ اس پر ان سے نالاں تھے اور اسکی شکایت کرتے ہوئے واپس جا رہے تھے (دیکھئے مسند احمد کی 'صحیح' روایت جو اوپر بیان ہو چکی ہے)۔

- اور اگر واقعی بنی قریظہ اپنی فوج لے کر اعلانیہ جنگ کرنے نکلے تھے تو پھر ناممکن تھا کہ مسلمان جنگ خندق کے بعد اپنے ہتھیار وغیرہ مکمل طور پر کھول وال کر بیٹھ کر اپنے کپڑے دھو رہے ہوتے اور نہا دھو رہے ہوتے۔ نہیں، بلکہ پھر مسلمان فوری طور پر کفار مکہ کے جانے کے بعد بنی قریظہ سے شہر کی حفاظت کی فکر کرتے اور کبھی اپنے ہتھیار نہ اتارتے، اور فرشتے جبرئیل کو کسی صورت آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ وہ آ کر انہیں بنی قریظہ کے خلاف جہاد کا ایکسٹرا حکم سناتا۔

- بلکہ اعلانیہ جنگ کی صورت میں بنی قریظہ کسی صورت کفار مکہ کو وہاں سے نہ جانے دیتے کیونکہ انہیں بھی اچھی طرح علم ہوتا کہ کفار مکہ کے جانے کے بعد پھر یقینی طور پر مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے۔

بنی قریظہ کے اس اپنے عہد پر باقی رہنے کی وجہ سے ہی صرف مسلمان اس جنگ میں اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔ اسی وجہ سے کفار مکہ کے جانے کے بعد مسلمانوں کو دور دور تک بنی قریظہ کو کسی بد عہدی کی سزا دینے کا خیال تک نہ آیا اور وہ آرام سے اسلحہ اتار کر نہا دھو رہے تھے کہ جبرئیل ان پر بنی قریظہ پر چڑھائی کے حکم کے ساتھ نازل ہو گئے۔

جدید مسلمانوں کا انکار کہ 12 سالہ بچوں کا قتل نہیں کیا گیا

حال ہی میں نیا ٹرینڈ چلا ہے جہاں جدید مسلمان 12 سالہ بچوں کے قتل کا انکار کرنے کے لیے غلط اور جھوٹی باتیں پھیلا رہے ہیں (لنک):

پہلا بہانہ: بچوں کو قتل کرنے والی روایات مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں

مرفوع وہ روایت ہوتی ہے جو کہ رسول سے براہ راست مروی ہو، جبکہ موقوف وہ روایت جو صحابی پر ختم ہو جائے۔ جدید مسلمان یہاں پر دھوکہ دے رہے ہیں کیونکہ مرفوع کی بحث وہاں اہم ہوتی ہے جہاں شریعت کے کسی حکم کا فرشتے جبرئیل کا رسول تک پہنچانے کا معاملہ ہوتا ہے۔ چونکہ چونکہ صرف رسول نے ہی جبریل کو آتے دیکھا ہوتا ہے، اس لیے براہ راست رسول کی گواہی اہم ہوتی ہے کہ صحابی نے رسول سے سن کر آگے بیان کیا ہو۔
مگر موجودہ مسئلے میں مرفوع اور غیر مرفوع کی بحث میں الجھانا بے مقصد ہے کیونکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جہاں اس قتلِ عام کے عینی گواہ براہ راست صحابی ہیں اور یہ بات کافی ہے کہ صحابہ کی براہ راست گواہی قبول کی جائے۔
مزید یہ کہ سنن ابن ماجہ میں براہ راست پیغمبرِ اسلام سے "مرفوع حدیث" بھی موجود ہے اور اس پر امام البانی نے "صحیح" کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ مرفوع کی بحث اول تا آخر بے معنی ہے اور فقط لایعنی بحث میں الجھانے کے لیے کی جا رہی ہے۔

> 2541- حدثنا ابو بکر بن اِبی شیبۃ وعلی بن محمد صاحب قالا ثنا وکیع عن سفیان عن عبد الملک بن عمیر قال سمعت عطیۃ القرظی یقول عرضنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم قریظۃ. فکان من اِنبت قتل . ومن لم ینبت خلی سبیلہ . فکنت فیمن لم ینبت فخلی سبیلی ۔۔۔ قال الشیخ الألبانی : صحیح
>
> ترجمہ:۔
> عطیہ القرظی فرماتے ہیں کہ قریظہ کے دن (جب سب بنو قریظہ مارے گئے) ہمیں اللہ کے رسول کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جو بالغ تھا اسے قتل کر دیا گیا اور جو بالغ نہ تھا اسے چھوڑ دیا گیا تو میں نابالغوں میں تھا اس لیے مجھے بھی چھوڑ دیا گیا۔
> حکم: حدیث مرفوع، صحیح، البانی (لنک)۔

دوسرا بہانہ: یہ اخبار احاد ہیں

یہ دوسرا خبر واحد والا بہانہ بھی غلط ہے اور صاف غلط بیانی ہے۔
جدید مسلمانوں نے خود اس واقعے کے 2 طریقے نقل کیے تھے (صحابی عطیہ اور صحابی کثیر)۔ اسکے بعد "خبر واحد" والے بہانے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ نیز صحیح بخاری میں یہی بات صحابی سعید الخدری اور عائشہ سے ان الفاظ میں درج ہے کہ ہر "**اس شخص کو قتل کر دیا گیا جو کہ ہتھیار اٹھانے کے قابل تھا**" (حوالہ: صحیح بخاری، غزوات کے بیان میں)۔ اس میں 12 سالہ ایسے بچے بھی شامل ہیں جو کہ مسلمانوں کے نزدیک ہتھیار اٹھا سکتے تھے۔
نیز کیا یہ سچ نہیں کہ مسلمان علماء نے ان واقعات میں خبر واحد کو بھی حجت تسلیم کیا ہے؟
اس واقعے کو تو بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے، مگر اس واقعے کے ایک جز (زیر ناف بالوں والے بچوں کا قتل) کو بھی ایک صحابی نہیں، بلکہ 2 صحابی بیان کر رہے ہیں اور دیگر تاریخی کتب میں بھی اسکا اندراج ہے۔ اس حوالے سے بھی یہ خبر واحد نہ رہی۔ نیز دیگر شواہد بھی بیان کر رہے ہیں کہ ہر اس ذی روح کو قتل کیا گیا جو کہ کسی بھی طرح تلوار اٹھانے کے قابل تھا، جن میں 12 سالہ بچہ بھی شامل ہے جو کہ اتنا ڈیل ڈول رکھتا ہے کہ تلوار اٹھا کر دشمن پر وار کر کے اسے زخمی یا قتل کر سکے۔

مسلم بہانہ: "ایک روایت میں فقط "زیر ناف بالوں" کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں "زیرِ ناف اور احتلام کا ذکر"

یہ اعتراض لغو ہے کیونکہ مسلمان علماء ایسے مسئلے میں روایات کو تلف نہیں کرتے بلکہ روایات میں "تطبیق" کرتے ہیں۔ جدید مسلمانوں کو خود اپنے علماء کے ان اصولوں کا علم ہے مگر یہاں انہیں فقط بہانے بنا کر فرار ہونا تھا اس لیے وہ یہ حرکت کر رہے ہیں۔

پھر جدید مسلمان اگلا بہانہ کرتے ہیں کہ: "علی و زبیر یا امام مالک نے ان بچوں کے قتل کا ذکر کیوں نہ کیا"۔۔۔۔ تو یہ بھی لغو عذر ہے کیونکہ صحابی عطیہ کا اپنا تعلق اس قبیلے بنو قریظہ سے تھا اور ان پر براہ راست یہ معاملہ گذرا تھا۔ نیز صحابی کثیر نے مزید اسی قبیلے بنو قریظہ کے دیگر 2 صحابہ کے ذریعے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یہ مکمل ثبوت ہے اور علم الحدیث کے مطابق علی یا زبیر یا امام مالک نے اسے نہ بیان کرنے سے اوپر صحابہ کی گواہیوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (نوٹ: علی اور زبیر سے نے تو سرے سے بنو قریظہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اگر جدید مسلمانوں کے گھڑے ہوئے اس نئے اصول کو مانا جائے تو پھر بالغ بچوں کے قتل کا ہی نہیں، بلکہ پورے کے پورے بنو قریظہ کے واقعہ کا انکار کر دینا چاہیے۔ یہی حالت امام مالک کی ہے جنہوں نے بنو قریظہ کے واقعہ کو ہی سرے سے نقل نہیں کیا)۔

مسلم دعویٰ: بنو قریظہ کی پوری قوم پر 'تکذیب رسالت' پر عذاب الٰہی آیا

مسلمانوں کے لیے کسی صورت ممکن نہ تھا کہ وہ سانحہ بنو قریظہ میں مسلمانوں کے جنگی جرائم کو منصفانہ ثابت کر سکتے۔ چنانچہ آج 1400 سالوں کے بعد اس خون اور جنگی جرائم کے دفاع کے لیے مسلمان ایک نیا بہانہ لے کر آ گئے ہیں کہ:

- اللہ کی سنت ہے کہ 'تکذیبِ رسالت' کرنے پر پوری قوم تباہ ہو جاتی ہے (بشمول معصوم بچے اور عورتیں)۔
- بنو قریظہ نے چونکہ پیغمبر اسلام کی رسالت کی تکذیب کی، چنانچہ ان پر یہ خدائی عذاب آیا جس میں ان کے بچے اور عورتیں بھی محفوظ نہ رہیں۔
- جہاں انبیاء کمزور ہوتے ہیں، وہاں عذاب الٰہی زلزلوں، سیلاب، آندھی و طوفان کی صورت آتا ہے۔ مگر جہاں انبیاء طاقتور ہوتے ہیں، تو یہ عذاب مسلمانوں کی تلواروں کے ذریعے آ جاتا ہے۔

پھر اپنا مؤقف کی دلیل میں اپنے ہی قرآن سے یہ آیتیں پیش کر دیتے ہیں۔

> (سورۂ حج ۲۲: ۴۲۔۴۴)
> "اور اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کر رہے ہیں، تو (یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے) ان سے پہلے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط اور مدین کے لوگ بھی تکذیب کر چکے ہیں، **اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی گئی** تو میں نے ان کافروں کو کچھ ڈھیل دی، **پھر میں نے ان کو دھر لیا** تو دیکھو، کیسی ہوئی میری پھٹکار۔"

اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔

> (سورۃ الفاطر، آیت 43) فَهَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ ٱلۡأَوَّلِينَۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَبۡدِيلٗاۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَحۡوِيلًا
> ترجمہ: **تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے، اور نہ ہی اللہ کی سنت میں مقررہ طریقے سے کوئی بدلاؤ**

بنو قریظہ کے قتل کو جائز بنانے کے لیے یہ آرگومینٹ پیش کرنے میں غامدی صاحب سے سے پیش پیش ہیں۔

محترم قارئین کرام!

کیاآپ کو اس خونی بھیڑیے کی کہانی یاد ہے جسے ہر صورت میں معصوم بھیڑ کے بچے کو کھانا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ 'بہانے پر بہانے' بناتا چلا جاتا ہے۔ پہلا بہانہ ہوتا ہے کہ بھیڑ کے بچے نے اسکے پینے کا پانی گندا کر دیا۔ مگر بھیڑ کا بچہ کہتا ہے کہ پانی کا بہاؤ تو بھیڑیے کیطرف سے ہوتا ہوا اسکی طرف آ رہا ہے۔ اس پر بھیڑیا دوسرا بہانہ کرتا ہے کہ اس نے 'پچھلے سال' اسکے پینے کا پانی گندا کیا تھا۔ بھیڑ کا بچہ کہتا ہے کہ وہ تو پچھلے سال پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ مگر عیار و بد طینت بھیڑیا پھر باز نہیں آتا اور تیسرا بہانہ کرتا ہے کہ پھر وہ اسکی ماں ہو گی۔ اور یہ بہانہ کرکے خونی بھیڑیا اُس معصوم بھیڑ کے بچے کو کھا جاتا ہے۔

بالکل یہی صورتحال آج کے مسلمانوں کے ساتھ درپیش ہے اور وہ بہانے کر کرکے اس خونی بھیڑیے کا روپ دھار چکے ہیں۔

پہلا سوال:

- قرآن نے پھر اسے تکذیب کرنے پر عذاب الٰہی قرار کیوں نہیں دیا تھا؟
- رسول نے پھر اسے تکذیب کرنے پر بنو قریظہ پر عذاب الٰہی قرار کیوں نہیں دیا؟
- کیوں فقط 1400 سال کے بعد مسلمانوں کو یہ بہانہ گھڑنا پڑا؟

دوسرا سوال:
اگر یہ رسول کی تکذیب کا عذاب الٰہی تھا تو یہ فقط "بنو قریظہ" پر ہی کیوں آیا، اور دیگر یہودی قبیلوں اور قوم پر کیوں نہ آیا کیونکہ وہ سب کے سب رسول (ص) کی تکذیب کر رہے تھے؟

تیسرا سوال:
۔آپکی عقل میں یہ بات کیسے گھستی ہے کہ کفار مکہ جو کہ اصل جنگ کی حالت میں تھے اور تکذیب کے معاملے میں کہیں آگے تھے، ان پر تو کوئی عذاب نہیں آتا، مگر بنو قریظہ کو قتل کر دیا جاتا ہے؟

چوتھا سوال:
قوموں پر عذاب الٰہی اسے کہا جاتا ہے جو کہ "قدرتی آفات" کے نتیجے میں براہ راست خدا کی طرف سے عذاب آئے۔ اس لیے آج بھی مسلمان طوفان نوح اور ہود و صالح وغیرہ کی مثال دے رہے ہوتے ہیں۔
تلواروں والا معاملے میں کوئی نشانی نہیں کہ یہ عذاب الٰہی ہے (خیر سے نشانی تو زلزلوں میں بھی نہیں کیونکہ آج سائنس ثابت کر رہی ہے کہ یہ زلزلے کسی الہامی حکم پر نہیں بلکہ زمین کی ساخت کی وجہ سے آتے ہیں اور صرف ان علاقوں میں آتے ہیں جہاں یہ خاص سلیں پائی جاتی ہیں جو کہ حرکت کرتی ہیں)۔
اور قدرتی آفات کا عذاب الٰہی تو الٹا مسلمانوں پر ہزاروں بار آ چکا ہے۔ جو مسلمان آبادیاں بھی ان زمین کی سلوں کے قریب واقع ہیں، وہ ان عذاب الٰہی کے نتیجے میں سینکڑوں ہزاروں بار تباہ ہو چکی ہیں۔

نبیوں کا قتل اور قرآن کا "سنتِ الٰہیہ" والا دعویٰ

اسلام عذر خواہ اوپر قرآنی دعویٰ پیش کر رہے ہیں کہ 'سنت الٰہیہ' میں تبدیلی نہیں۔

مگر سنت الٰہیہ میں تضاد دیکھئے کہ ایک طرف فقط 'نبی کی تکذیب' کے نام پر آفات کی صورت میں عذابِ الٰہی۔۔۔ مگر دوسری طرف 'انبیاء کے قتل' پر بھی سرے سے کوئی ایکشن ہی نہیں۔۔۔

> قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ .
> ترجمہ: ''ان سے پوچھو کہ اگر تم ایمان والے ہوتے تو پہلے ہی کیوں اللہ کے نبیوں کو قتل کیا کرتے۔'' (سورۃ البقرۃ، آیت 91)

انبیاء کو تو چھوڑو، انہوں نے تو 'رسولوں' کو بھی نہیں چھوڑا اور انکی صاف صاف 'تکذیب' کرنے کے بعد انکو 'قتل' تک کر ڈالا۔

> وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ **فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ**.
>
> ترجمہ: 'اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو کھلی کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔ تو کیا جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا جو تمہارے نفس کو پسند نہ آئی تو تم نے تکبر کی راہ اختیار کی۔ **پھر بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کو تم قتل کرتے تھے**"۔(البقرہ 2:87)۔مزید دیکھئے آیت (المائدہ 5:70) اور آیت (آل عمران 3:183) جہاں ایک بار پھر رسولوں کے قتل کا ذکر ہے۔

آپ اس آیت میں صاف صاف دیکھ سکتے ہیں کہ رسول کی 'تکذیب' کرنے کے بعد ان پر عذاب الہیٰ نہیں آیا، بلکہ ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اللہ کے رسولوں کو قتل کر ڈالا۔ تو کہاں گیا اب تکذیب رسول، اور اس پر نازل ہونے والے عذاب کی سنتِ الٰہیہ؟

پس ثابت ہوا کہ یہ تکذیب رسول، یہ عذاب الہیٰ ان سب کا کوئی وجود نہیں۔ اور اصل حقیقت ہے کہ جب انبیاء غالب آئے تو انہوں نے قتل کیا اور عورتوں وغیرہ کو غلام بنالیا۔ لیکن جب جنگ میں کفار غالب آئے تو انہوں نے نبیوں کو قتل کر ڈالا اور عورتوں و بچوں وغیرہ کو غلام بنالیا۔

چنانچہ 'کفر' کی تکذیب پر ایسے عذاب تو کفار بھی دیتے تھے جہاں وہ انبیاء و رسل کو قتل کر ڈالتے تھے اور انکی عورتوں و بچوں کو پکڑ کر غلام بنالیتے تھے۔ ساتھ میں یہ عذاب قدرتی آفات کی صورت میں انبیاء اور انکی امتوں پر بھی نازل ہوتا تھا۔

اور اللہ کی سنت بھی میں پھر تبدیلی نظر آتی ہے کہ طوفان نوح اور قوم لوگ وغیرہ میں تو معصوموں کو بچالیتا ہے، مگر بنی قریظہ میں پوری قوم کو بشمول بچوں اور عورتوں کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔۔۔۔ یہ کہاں کی سنت ہے اور کہاں کا انصاف ہے؟

غامدی صاحب کا بہانہ: رسول سے مراد "جبرئیل امین" جیسے فرستادہ ہیں

بنو قریظہ کے قتل پر رسول کی تکذیب کی وجہ سے عذات کے بہانے کو پیش کرنے میں سب سے آگے غامدی صاحب تھے۔

جب خود قرآن سے ثابت ہو گیا کہ لوگوں نے رسولوں کا قتل کر ڈالا، مگر اس پر بھی کوئی عذاب نہیں آیا، تو اب غامدی صاحب کو نیا بہانہ گھڑنا پڑا جہاں انہوں نے ان قتل ہونے والے رسولوں کا ہی یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ رسول کا مطلب "جبرئیل امین" جیسے فرستادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ غامدی صاحب آیت 2:87 کی تفسیر میں لکھتے ہیں (لنک):

> اصل میں لفظ 'اَلرُّسُل' آیا ہے۔ یہ نبوت سے آگے ایک خاص منصب کے حاملین کے لیے بھی آتا ہے اور خدا کے فرستادوں کے لیے ایک عام لفظ کے طور پر بھی۔ قرآن میں جبریل امین کو اِسی دوسرے معنی میں 'رَسُوْلٌ کَرِيْم' کہا گیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ پہلے معنی میں رسول کی حیثیت بنی اسرائیل کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف حضرت مسیح کو حاصل تھی۔ اِس وجہ سے یہ بالکل قطعی ہے کہ یہاں یہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اِس سے مراد انبیاے بنی اسرائیل ہیں۔

جواب:

غامدی صاحب کے اس بہانے کی تکذیب کے لیے آیت 3:183 کافی ہے، کیونکہ اس آیت 3:183 میں ایک بار پھر رسولوں کے قتل کا ذکر ہے، مگر اس بار یہ اتنا واضح ہے کہ کسی صورت بھی جبرئیل پر فٹ نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی غامدی صاحب اس کے متعلق کوئی بہانہ بنا سکتے ہیں، کیونکہ یہاں پر ان قتل ہونے والے رسولوں کے متعلق تصریح کر دی گئی ہے کہ وہ روشن کتاب اور صحیفے لے کر آئے تھے:

(قرآن 3:183) یہ لوگ، جنھوں نے کہا ہے کہ اللہ نے ہمیں یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ ہم کسی رسول کی بات اُس وقت تک نہ مانیں گے، جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے (آسمان سے اتر کر) آگ کھا لے، (تو محمد) اِن سے کہو: تمھارے پاس مجھ سے پہلے بہت سے رسول نہایت واضح نشانیاں لے کر آ چکے ہیں اور وہ نشانی بھی لائے ہیں جس کے لیے تم کہہ رہے ہو، **پھر تم نے اُن کو قتل کیوں کر دیا**، اگر تم سچے ہو؟ اِس لیے، (اے پیغمبر)، یہ تمھیں جھٹلاتے ہیں تو اِس میں تعجب کی کیا بات ہے، بہت سے رسول تم سے پہلے بھی (اِسی طرح) جھٹلائے گئے ہیں **جو کھلی ہوئی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے**۔

چنانچہ یہاں لفظ "الرسل" نہیں بلکہ "رسول" بھی آ گیا، اور انکے صحیفے اور روشن کتاب لانے کا ذکر بھی آ گیا۔

نوٹ:

غامدی صاحب نے اپنی ویب سائیٹ پر موجود اپنے قرآن کے ترجمے میں آیت 2:87 اور آیت 5:70 کے ترجمے میں تحریف کر کے رسول کے لفظ کو پیغمبر سے تبدیل کر دیا، اور تفسیر میں اس کی دلیل یہ دی کہ قرآن تو فرشتہ جبرئیل کو بھی رسول امین کہتا ہے۔

یہ افسوسناک بات ہے کہ غامدی صاحب جیسا شخص ایسی تحریف میں ملوث ہو۔

بہر حال یہ بددیانتی بھی غامدی صاحب کو فائدہ نہ پہنچا سکی، اور تیسری آیت 3:183 میں رسول کی تصریح بھی صاف ہو گئی کہ یہ جبرئیل کی بات نہیں ہو رہی، بلکہ اُن انسانی رسولوں کی بات ہو رہی ہے جو کہ ساتھ میں روشن کتاب اور صحیفے لائے، مگر پھر بھی لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ چنانچہ مجبوراً اس تیسری آیت میں غامدی صاحب کو بھی رسول کا ترجمہ رسول ہی کرنا پڑا، اور یہاں وہ اسے نبی کے لفظ سے تبدیل نہ کر سکے۔

درست ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے لیے مزید سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، مگر جھوٹ پھر بھی اپنے تضادات کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ یہی کچھ غامدی صاحب کے ساتھ اس معاملے میں ہوا ہے۔

ہندو کھشتری کے جنگی اقدار بمقابلہ محمد صاحب:

ہندو کھشتریوں کے ہاں جنگ کے دوران کسی مخالف و مقابل پر ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا تھا، اگر وہ نہتا ہے، سستا رہا ہے، غافل بیٹھا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔

دوسری طرف محمد صاحب ہیں جو میدان جنگ تو کیا، بلکہ مشکوں میں کسے 800 بے بس و مجبور قیدیوں (بمع بوڑھوں اور 12 سالہ بچوں) کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔

آج بھی جو جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی ہدایت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اقدار کا ماخذ عقیدہ یا الہامی ہدایات نہیں ہوتیں۔ بلکہ ہر زمانے کا انسان اپنے عصری شعور کے مطابق اپنی اخلاقی، سماجی و عسکری اقدار طے کرتا ہے۔

جدید مسلمانوں کا بنو قریظہ کے واقعہ کا مکمل انکار

جدید اسلام عذر خواہ یہ آرٹیکل پھیلا رہے ہیں:

بنو قریظہ کا واقعہ صرف ابن اسحاق نے نقل کیا ہے، اور وہ جھوٹا تھا۔ جبکہ قرآن نے جنگ احزاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ہی آیت میں اس کہانی کا پول کھول دیتا ہے: وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا۔ (قرآن 23:26) اہل کتاب میں سے جو لوگ ان حملہ آوروں کے پیچھے تھے، اللہ انھیں ان کی گڑھیوں (قلعوں) سے اتار لایا اور انکے دلوں میں اس نے تمھارا ایسا رعب ڈالا کہ ان دو فریقوں میں سے ایک کو تم نے قتل کیا اور دوسرے فریق کو تم نے قیدی بنا لیا۔
یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ اہل کتاب کا ایک قبیلہ نہیں بلکہ دو قبائل اس جنگ میں مسلمانوں کے سامنے آئے۔ ایک کو قیدی بنا کر بعد میں زمینیں اور گھر چھوڑ کر مدینے سے نکل جانے کا فیصلہ کیا گیا (واورثکم ارضھم ودیارھم اموالھم وارضا لم تطوءھا۔ انکی زمینیں، گھر اور اموال جنھیں تم نے کبھی پامال تک نہ کیا تمھیں اسکا وارث بنا دیا) اور دوسرے کو حضرت سعد رض کے فیصلے کے مطابق قتل کیا گیا۔ یہ یہودیوں کے دو قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے، جس میں سے صرف پہلے قبیلے بنو نضیر کو قتل کیا گیا تھا۔

یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بنو قریظہ کے قتل کا ذکر صرف ابن اسحاق نے ہی نہیں کیا ہے، بلکہ ابن اسحاق کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں بھی ان کے قتل کا ذکر موجود ہے۔ ثبوت یہ ہیں:

- صحابی کثیر ابن السائب کی گواہی جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ سنن نسائی، کتاب الطلاق (لنک)
- صحابی عطیہ القریظی کی گواہی جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ سنن ابو داؤد، کتاب الحدود (لنک)
- صحابی ابو سعید الخدری کی گواہی کہ سعد نے بنو قریظہ کے ہی قتل کا حکم دیا تھا۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (لنک)
- صحابیہ عائشہ کی گواہی کہ سعد نے بنو قریظہ کے ہی قتل کا حکم دیا تھا۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی (لنک)
- صحابی ابن عمر کی گواہی کہ سعد نے بنو قریظہ کے ہی قتل کا حکم دیا تھا۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی (لنک)

اور تمام مسلمان مفسرین متفق ہیں کہ آیت 23:26 میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے، وہ دو علیحدہ قبیلے نہیں۔ بلکہ وہ دونوں گروہ بنو قریظہ کے ہی ہیں۔ پہلا گروہ مردوں کا ہے کہ جسے قتل کیا گیا، جبکہ دوسرا گروہ خواتین اور چھوٹے بچوں کا ہے کہ جنہیں قیدی بنا لیا گیا۔

جبکہ اگلی آیت 23:27 میں جس زمین کا بغیر لڑے قبضہ کر لینے کا ذکر ہے، تو اس بات کو ابن عمر کی روایت واضح کرتی ہے جو کہ صحیح بخاری، کتاب المغازی (لنک) میں موجود ہے۔ اس کے مطابق بنو قریظہ کے قتل کے بعد محمد صاحب نے یہودیوں کے قبیلے بنو قینقناع وغیرہ کو بھی مدینے سے شہر بدر کر دیا، اور ان کی زمینوں پر بغیر لڑے ہی قبضہ کر لیا۔ جبکہ کچھ مفسرین نے اس سے مراد خیبر کی زمین بھی لیا ہے۔

حاصلِ کلام: چند لحظوں کے تذبذب کی آخر اتنی بڑی ظالمانہ سزا کیوں؟

بنو قریظہ نے کوئی جنگ نہیں کی، کوئی ہتھیار نہیں اٹھائے، کسی ایک مسلمان کو بھی قتل نہیں کیا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو خندق کھودنے کے لیے اوزار مہیا کرتے رہے، انہوں نے شہر کے اس حصے سے پورے محاصرے کے دوران کفارِ قریش کو اندر نہ آنے دیا۔

زیادہ سے زیادہ واحد قصور انکا یہ تھا کہ انہوں نے قریش سے بات چیت کی تھی، اور اگرچہ کہ بعد میں عملی طور پر قریش کا کوئی ساتھ نہ دیا تھا۔ مگر یہ چند لمحوں کا تذبذت کیا واقعی کافی تھا کہ قیدی بنا لینے کے بعد یوں انکا قتل عام کر دیا جاتا؟

ہمیں بنو قریظہ کو سمجھنا چاہیے کہ وہ چکی کے 2 پاٹوں کے درمیان میں آ گئے تھے۔ ایک طرف قریش انہیں خط لکھ کر دھمکیاں دے رہے تھے کہ انہوں نے محمد صاحب کو پناہ دی ہے، اور اگر وہ مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکال باہر نہیں کریں گے تو قریش انہیں تہہ تیغ کر دیں گے اور انکی عورتوں کو غلام بنا لیں گے۔

قریش کا خوف اتنا تھا کہ بنو قریظہ تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبر اسلام کے بہت سے صحابہ کے دل لرز رہے تھے اور انہیں قریش کے ہاتھوں اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتا ہے (لنک) :

> ابن جریر نے کہا: رسول اللہ کے ساتھ موجود کچھ صحابہ کے دلوں میں شک آ گیا اور انہوں نے سوچا کہ جنگ کا نتیجہ مومنین کے خلاف آنے والا ہے اور اللہ ایسا ہونے دے گا۔

خود سوچئے، جب صحابہ کے دل اس خطرناک صورتحال کو دیکھ کر پھر رہے ہوں، تو پھر ایسے میں اگر بنو قریظہ نے قریش بھی چند ساعتوں کے لیے تذبذب میں مبتلا ہو گئے، تو پھر کیا واقعی یہ ایسا جرم ہو گیا جس کی پاداش میں انہیں یوں بے دردی سے قتل کر دیا جائے؟

اور ابن کثیر (لنک) لکھتا ہے کہ :

> رسول اللہ نے صحابہ سے پوچھا کہ کون ہے جو دشمنوں میں جا کر انکی خبر لائے گا، تو صحابہ کا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ کسی صحابی نے جواب نہیں دیا۔ اس پر پیغمبر اسلام نے حذیفہ کا نام لے کر پکارا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ اب تو میرے لیے جانا 'مجبوری' ہو گئی۔

جب تمام صحابہ یوں ڈگمگا رہے تھے، تو پھر صرف بنو قریظہ پر الزام کیسا اور صرف بنو قریظہ کو ہی سزا کیوں؟ اور سزا بھی ایسی ظالمانہ اور غیر منصفانہ کہ بس۔۔۔